هفت روزه

خدام الدین

لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

مؤرخہ ۱۸ مئی ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

قطعۂ تاریخیۃ لرحلۃ الشیخ الاجل مولانا احمد علی رحمہ اللہ تعالیٰ

(حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی)

کانَ فِی لاهورَ شیخٌ ماجدٌ
لاہور میں ایک شیخ تھے بزرگ

فاضلٌ فی العلمِ عالٍ فی العملْ
علوم دین میں فاضل اعمال میں بلند پایہ

الْمعیٌّ لوذعیٌّ بارعٌ
زیرک ذہین فائق

متقٍ تقواہُ فی ذُروی القُلَلْ
وہ متقی کہ ان کا تقوی بلندی میں پہاڑوں کی چوٹیوں پر تھا

مهتدٍ هادٍ عزیزٌ فضلُهُ
راہ شناس راہ نما بڑے فضل والے

آخذُ الأیدی لِأصحابِ الزَّلَلْ
لغزش والوں کے خاص دستگیر

مفضلٌ احمدُ علیُّ المرتضیٰ
بڑے فاضل مولانا احمد علی قدرت کے منتخب

قد کسی الأحبابَ بالتقویٰ الحُلَلْ
جنہوں نے تعلق والوں کو تقوی کے حلے پہنا دیئے

شابَ سِنًّا صورۃً لٰکنّہُ
عمر میں صورت میں تو بوڑھے تھے لیکن

عندَ ابطالِ الخَنیٰ کهلٌ بطلْ
بدیوں کو باطل کرنے کے وقت بہادر پہلوان تھے

هاتکُ الأستارِ عن کیدِ العِدیٰ
مخالفین کی مکاریوں کے پردے چاک کرنے والے

قامعُ البدعاتِ قلّاعُ الدَّجَلْ
بدعتوں کا قلع قمع کرنے والے اور دجل وفریب کی جڑیں اکھاڑنے والے

کانَ مِن خدّامِ دینِ اللهِ اِذْ
آپ ایسے وقت دین کے خادموں میں تھے جب

مالَ ناسٌ نحوَ لاتٍ او هُبَلْ
لوگ لات وہبل کی طرف (یعنی شرک پر) مائل تھے

مَن اتیٰ فی درسِهِ نالَ الهدیٰ
جو آپ کے درس میں شامل ہوتا ہدایت پا لیتا تھا

وانجلی الوسواسُ وانسدَّ الخَلَلْ
شبہات دور ہو جاتے اور ہر خلل ختم ہو جاتا

عمَّ شبّانًا وشیبًا فیضُهُ
آپ کا فیض جوانوں اور بوڑھوں کو عام تھا

کلُّ اشکالٍ لهم منهُ اضمحلْ
ان کا ہر اشکال درس سے مٹ جاتا تھا

یومُهُ علمٌ وذکرٌ دائمًا
آپ کا دن تو علم اور مسلسل ذکر تھا

لیلُهُ فی الشغلِ باللهِ اشتغلْ
اور رات اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغولی میں صرف تھی

قلبُهُ التنّورُ من نارِ الجویٰ
آپ کا دل عشق الہی کی آگ سے تندور تھا

کانتِ الألفاظُ منها کالشُّعَلْ
اسی کی وجہ سے آپ کے الفاظ شعلوں کی طرح اثر والے تھے

جازِهِ یاربِّ عنّا خیرَ ما
پروردگار ہماری طرف سے ان کو وہ بہترین جزائیں دیجئے

تُجزی الأبرارُ فی اعلی المحلْ
جو نیک لوگوں کو اعلی مرتبوں میں دیجاتی ہیں

راحَ فی روحٍ وریحانٍ لَهُ
آپ تو اللہ کی رحمت اور چمن میں پہنچ گئے

والی ربّی تعالی المرتحلْ
اور میرے پروردگار کی طرف ہی سب کا سفر ہے

قالتِ الأحبابُ فیضٌ فائتٌ
دوستوں نے کہا کہ بڑا فیض فوت ہو رہا ہے

قلتُ بالرَّوحِ وبالرضوانِ حلْ
میں نے عرض کیا مگر وہ تو رحمت اور رضائے الہی میں نازل ہو گئے

ابَ جاءٍ بادَ زهدٌ کاملٌ
آنے والے واپس ہو گئے زہد کامل رخصت ہو گیا

آہ شیخٌ زاهدٌ حبرٌ رحلْ
آہ ایک بزرگ زاہد فاضل سفر کر گیا

۱۰ کا بقیہ:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ **خدام الدین** لاہور

جلد ۸ | ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۸ مئی ۱۹۶۲ء | شمارہ ۲

اداریہ

سُنتِ ابراہیمی

سورج دس ذوالحج (پندرہ مئی) کی صبح جب افق مشرق سے سر اٹھائیگا تو روحانیت عظمیٰ کے انوار جہاں تاب کی ضیائیں بھی اس کی کرنوں کے ساتھ آسمان انسانیت پر پھیل جائیں گی — تاریخ ماضی کی رُوح پرور یادیں اپنی تمام جلوہ سامانیوں کے ساتھ صفحۂ دماغ پر اُبھر آئیں گی — فضائے ارض وسماء توحید خداوندی کا اعلان کرے گی — جدّ انبیاءؑ کا فسانۂ حقیقت زبان حال سے بیان ہوگا۔ اسوۂ خلیل لاکھوں انسانوں کے اندر سے اپنے خداوند کو بے تابانہ پکارے گا۔ ذبیح اللہ کی نیاز مندی اور جذبۂ طاعت گزاری نسل انسانی کے لئے جادۂ بصیرت وہدایت بنے گی۔ ماسوااللہ کے سارے نقوش بیک قلم مٹا دینے کا عہد تازہ ہوگا، کائنات ارضی کا ذرّہ ذرّہ رضائے الٰہی کا سبق دوہرائیگا اور عالم قدس کا گوشہ گوشہ عشق ابراہیمی اور ایثار اسمٰعیل کے غلغلۂ روحانی سے گونج اُٹھے گا۔

شدیم خاک ولیکن ببوئے تربت ما
تواں شناخت کزیں خاک مردمی خیزد

صدیاں ہوگئیں۔ زمانے گزر گئے — تاریخ قدیم کی جبین پر امتداد زمانہ کی شکنیں ابھر آئیں۔ اس کے بیشمار ابواب وقت کی گرد کے نیچے دب گئے — واقعات ایک ایک کرکے دماغوں سے محو ہوتے چلے گئے۔ اور ماضی مرحوم کے کتنی فسانہ ہائے جمیل قصۂ پارینہ بن کر رہ گئے۔ لیکن خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت جلیلہ کی مظہر عیدالاضحیٰ اپنی ابتدا سے لے کر آج تک پوری شان وشوکت سے ہر سال جلوہ گر ہوتی ہے — اس کی ظاہری آب وتاب بدستور باقی ہے اور اس میں سر مُو فرق نہیں آیا۔

یہ دراصل حقیقت اسلامی کی اس شاندار قربانی کی روح پرور یادگار ہے جو اللہ کے خلیل نے اپنے جذبات، خیالات، مال ومتاع، اعزہ واقربا اور محبت ماسوااللہ کے سارے علائق توڑ کر ادا کی تھی یہ شیوہ تسلیم ورضا کی وہ مقدس شمع ہے۔ جسے ذبیح اللہ نے جذبۂ نیاز مندی سے معمور ہوکر اپنی جان عزیز اور متاع نفس کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اپنے حلق پر چھری رکھوا کر نور ایمانی سے روشن کیا تھا — اور جو تمام نسل ابراہیمی اور اسمٰعیل کی روحانی قربانی کے فدیہ کے بعد مقبول بارگاہ الٰہی ہوئی (وَ فَدَیْنٰہُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ)

یہ قربانی کا خون جسے ہر سال فراخدلی سے بہایا جاتا ہے۔ اور ذبح عظیم جس کی ہر مسلمان ذوق وشوق سے تیاری کرتا ہے۔ درحقیقت اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کی ایک واضح تمثیل ہے جس کے پردے میں بتلایا گیا ہے کہ ایمان باللہ کا دارومدار قربانی اور خون شہادت پر ہے۔ جان جو مومن کی اپنی ملکیت نہیں۔ خدا کی دی ہوئی نعمت عظمیٰ ہے۔ اسے فقط اس کی راہ میں قربان کرنا عین اقتضائے حیات ہے۔ اور پھر یہ جان کی قربانی بھی اپنا کوئی کمال نہیں۔

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اسلام اپنے ماننے والوں کو آزمائشوں کی بھٹی میں ڈال کر کھرے اور کھوٹے کی تمیز کرتا ہے — اس کے نزدیک جہاد فی سبیل اللہ کامیابی کا معیار ہے۔ اور جب تک یہ مقام حاصل نہ ہو۔ کوئی ہستی مومن ومسلم نہیں ہوسکتی۔ خالق کائنات کی یہ آواز آج بھی فضاؤں میں گونج رہی ہے

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ

(سورۃ التوبۃ رکوع ۳ پارہ ۱۰)

ترجمہ۔ کہدے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور مال جو تم نے کمائے ہیں۔ اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو۔ تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیارے ہیں۔ تو انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے۔ اور اللہ نافرمانوں کو راستہ نہیں دکھاتا۔

اے اللہ! ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بنا۔

اسلام کی روح سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ قربانی کے اصل مفہوم سے آشنا کر۔ اسوۂ خلیل کی آواز پر لبیک کہنے کے لئے حرارت ایمانی سے نواز — اور اتباع سنت کی تڑپ ہمارے دلوں میں موجزن کردے۔ آمین

ہو اگر اب بھی براہیمؑ کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

مجلس ذکر منعقدہ جمعرات ۶ر ذالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۰ رمئی ۱۹۶۲ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ کے صاحبزادہ مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر ارشاد فرمائی۔ وقت کی کمی کے باعث پوری تقریر من و عن درج نہیں کی جاسکی صرف خلاصہ ہدیہ ناظرین کیا جارہا ہے۔ (رنظر)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

ذکر الٰہی

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا ہ وَّسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا
(سورۃ الاحزاب پارہ ۲۲ رکوع ۵)

ترجمہ۔ اے ایمان والو اللہ کو بہت یاد کیا کرو۔ اور اس کی صبح اور شام پاکی بیان کرو۔

وقت تیزی سے گزر رہا ہے۔ ماضی حال بن چکا ہے۔ اور حال مستقبل بن جانے کے لئے آگے دوڑ رہا ہے۔ گردو پیش پر نظر ڈالیں۔ تو واقعات کے نقشے کچھ اس طرح تبدیل ہوتے نظر آئیں گے۔ کہ بے ثباتیٔ دنیا کی تصویر آنکھوں کے سامنے گھوم جائیگی حالات کی اس برق رفتاری اور تغیر و تبدّل میں ایک لحۂ حیات بھی غفلت میں ضائع کرنا عقلمندی کے قطعی خلاف ہے۔

ثبات صرف ذات خداوندی کو ہے اس کے علاوہ ہر چیز فنا ہونے والی ہے موت کا نقشہ ہر گھڑی آنکھوں کے سامنے ہونا چاہئے۔

موت کا کوئی علم نہیں۔ کہ کس وقت سر پر آکھڑی ہو اور زندگی کا رشتہ ہم سے قطع کردے۔ کوئی نہیں جانتا اسے کس وقت آنا ہے۔ اور کس مقام پر انسان کو اس کی آغوش میں چلے جانا ہے۔

اسی لئے مسلمان کو یہ سبق دیا گیا ہے "جب تو نماز پڑھے تو دل میں یہ خیال کر کہ شاید تیری زندگی کی یہ آخری نماز ہو" پھر انسان مجبورِ محض ہے۔ یہ با اختیار ہوتے ہوئے بے اختیار ہے ؎

برائے نام ہوں مختار لیکن واقعہ یہ ہے
بنایا ہے بقدرت نے خود مجبور انسان کو
(مختار دیوبندی)

انسان اگر مجبور نہ ہوتا۔ تو خدا کو پہچانتا کیونکر ارادوں کی تکمیل اس کے بس کی بات ہوتی۔ تو ذات خداوندی کا نام بھی زبان پر نہ لاتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔ عرفت ربی بفسخ العزائم۔ میں نے اپنے رب کو ارادوں کے ٹوٹنے سے پہچانا ہے۔ اس حقیقت حال کی کتنی صحیح ترجمانی کر رہا ہے۔

ہر چیز خداوند قدوس کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اُس نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے۔ تمام کام ضابطے کے مطابق سرانجام پاتے ہیں۔ چنانچہ بعض سر پھرے کسی کی موت کو بے وقت کہہ کر اصل میں خود بے وقت کی راگنی الاپتے ہیں۔ اللہ ان کو سمجھ عطا فرمائے۔

قرآن میزان عدل ہے۔ اس پر عمل پیرا ہونے اور سنت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے رنگ میں رنگے جانے سے ہی اللہ کی مرضی کا پتہ چل سکتا ہے۔ انسان انہیں دو نوروں کی روشنی میں ہدایت کا جادہ مستقیم تلاش کرسکتا ہے۔

قرآن کریم دنیا میں رہنے کا ڈھنگ سکھاتا اور زادِ آخرت بھی فراہم کرتا ہے۔ حضور کا ارشاد ہے۔

الدنیا مزرع الاخرۃ

دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ جو بوؤ گے۔ سو کاٹو گے۔ جس قسم کے اعمال دنیا میں کئے جائیں گے۔ روز جزا انہیں کے نتائج بھگتنے ہوں گے۔

از مکافات عمل غافل مشو
گندم از گندم بروید جو ز جو

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "دین حقوق اللہ اور حقوق العباد کا مجموعہ ہے —— جس نے دونوں میں سے کسی حق کی ادائیگی میں کوتاہی کی۔ آخرت کے دن کامیاب و کامران نہیں ہوگا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

"اللہ کو عبادت سے راضی کرو اور مخلوق کو خدمت سے۔

ارکان خمسہ اسلام کی پابندی کے ساتھ ساتھ اگر انسان والدین کے حقوق، ہمسایوں کے حقوق، بیوی بچوں کے حقوق، اعزہ و اقرباء کے حقوق، غرباء و مساکین کے حقوق، جانوروں کے حقوق اور دیگر اسی قسم کے حقوق کی نگہداشت نہ کرے تو مخلوق میں سے کوئی متنفس اُسے روز جزا کے دن پناہ نہ دے سکے گا۔

رضائے الٰہی کا تمغہ کامل اور مکمل مسلمان کو ہی حاصل ہوتا ہے۔ اللہ ہمیں کامل مسلمان بنائے —— اور ذکر و فکر کی توفیق دے۔

شرائع الٰہیہ میں عقائد و نظریات کے بعد ذکر الٰہی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:۔
اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ط اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ط

ترجمہ:۔ جو کتاب تیری طرف وحی کی گئی ہے اُسے پڑھا کرو اور نماز کے پابند رہو۔ بیشک نماز بے حیائی اور بُری بات سے روکتی ہے۔ اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔

بے شک نماز بھی ذکر ہے۔ اور تلاوت قرآن بھی —— لیکن آیت مذکورہ کی رُو سے صاف ظاہر ہے (وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ) ذکر الٰہی ان سب سے بڑھ کر ہے۔ اور نماز اور تلاوت قرآن سے الگ کوئی وجود اس کا ہے۔ اسی لئے اہل اللہ ذکر کی بہت زیادہ تلقین کرتے ہیں —— اور اس کی بڑی فضیلتیں بیان ہوئی ہیں۔

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ

ترجمہ:۔ پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہونے کی حالت میں یاد کرو۔

یہاں بھی نماز پڑھ چکنے کے بعد ذکر الٰہی کا تذکرہ ہوا ہے۔ جس سے

ذکرِ نماز سے علیحدہ کی چیز دکھائی دیتی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام سے چوک ہو گئی تو اللہ عزو جلشانہٗ نے خود انہیں ذکر کی تلقین کی کہ اس میں سکون و طمانیتِ قلب کی بہت بڑی دولت نہاں ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

خبردار اللہ کی یاد ہی سے دل تسکین پاتے ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

"یا بارِ الٰہ۔ میرے لئے کوئی عمل تجویز فرما دیجئے۔ تو جواب ملا لا الٰہ الا اللہ کا ورد کیا کیجئے ـــــ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یا اللہ! یہ تو چھوٹا سا کلمہ ہے۔ خداوند قدوس نے فرمایا۔ اے موسیٰ! اگر یہ چھوٹا سا کلمہ ترازو کے ایک پلڑا میں رکھ دیا جائے اور دوسری طرف کائنات اور اس کے اندر موجود تمام اشیاء کو جمع کر کے دوسرے پلڑے میں ڈال دیا جائے تو یقیناً پلڑا کلمہ والا بھاری ہوگا

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ۔ ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر پڑھنے کی تلقین فرما کر ذکر الٰہی کی برتری کا تذکرہ فرما دیا۔ اور اس کی فضیلتیں بیان فرمائیں۔ یہ ذکر آج تک تسبیح فاطمہ کے نام سے امتِ مسلمہ میں رائج ہے۔

اسی طرح حضرات صوفیائے عظام بھی ذکر الٰہی کی تلقین کرتے ہیں۔ اور مختلف اذکار سے تزکیہ نفس کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

چنانچہ یہ کوئی عجمی سازش یا بدعت نہیں۔ ذکر الٰہی تو انسان کو ماسوا اللہ سے توڑ کر مالک حقیقی سے جوڑ دیتا ہے۔ انقطاع عن الخلق اور توجہ الی اللہ کا ذریعہ بنتا ہے، کہ جس کے بغیر شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں تزکیہ نفس ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ ہمیں ذکر کثرت سے کرنے کی توفیق دے اور حضرت اقدسؒ کے نقش قدم پر چلائے۔ اور قرآن و حدیث سے محبت اور سنت نبوی کا رنگ چڑھائے۔ آمین

دورۂ تفسیر کے کامیاب علماء

سابقہ دستور کے مطابق امسال بھی مخدومنا و مرشدنا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب قدس سرہٗ العزیز نے علماء کرام کی جماعت کو یکم رمضان سے دورۂ تفسیر القرآن شروع کرایا تھا ـــــ علماء حضرات نہ صرف مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان سے ہی تشریف لائے ہوئے تھے۔ بلکہ افغانستان، ایران اور دیگر غیر علاقوں کے علماء بھی شریکِ دورہ تھے۔ لیکن قضاء و قدر کا فیصلہ اور ہماری شومئ قسمت کہ حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہٗ کو محبوبِ حقیقی سے ملاقات کا پروانہ آپہنچا ـــــ اور آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

دورۂ تفسیر کے لئے حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تین ماہ کا وقت مقرر کر رکھا تھا۔ مگر علماء کے حصے میں بدقسمتی سے صرف ۱۷ دن ہی خدا نے نصیب کئے تھے۔ کہ وہ نعمت عظمیٰ سے محروم ہو گئے۔

شاید اس میں یہ حکمت خداوندی کام کر رہی ہو کہ آپ کے دیگر کاموں کی تکمیل اور انجام دہی کے لئے چونکہ خدا نے آپ کے جانشین حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی کو انتخاب کیا تھا۔ اس کارِ خیر اور صدقہ جاریہ کی تکمیل بھی ان ہی سے کرانا مقصود ہو ـــــ چنانچہ یہ دورۂ تفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ کے ہاتھوں انجام کو پہنچا۔

۲۸ ذیقعدہ بروز ہفتہ علماء کرام کا امتحان ہوا اور اسی شب کو حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند اور حافظ الحدیث مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی نے تقسیم اسناد کا فریضہ ادا کیا۔ اور یہ مبارک تقریب بابرکت ماحول میں نہایت احسن طور پر انجام پذیر ہوئی ـــــ حضرت حکیم الاسلام مدظلہ اور حضرت درخواستی مدظلہ دونوں اکابر نے تقاریر فرمائیں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مدظلہ العالی کی تقریر جو آپ نے اس موقع پر ارشاد فرمائی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں۔

احقر الانام ـــــ محمد صابر خادم حضرت رحمۃ اللہ علیہ

علماء کرام کا نتیجہ حسب ذیل ہے:۔

نمبر شمار	نام علماء	حاصلکردہ نمبر	نمبر شمار	نام علماء	حاصلکردہ نمبر
۱	مولوی غلام احمد ایرانی	۱۰۰	۲۰	مولوی محمد ابوالحسن	۵۰
۲	" محمد ہارون چاٹگامی	۹۹	۲۱	" محمد عمران	۵۰
۳	" دُر محمد ایرانی	۹۸	۲۲	" محمد مطیع اللہ	۴۷
۴	" وحید اللہ مردانی	۹۵	۲۳	" شیخ محمد عزیزی	۴۷
۵	" نذیر احمد	۹۰	۲۴	" محمد سعید ولد فقیر محمد	۴۵
۶	" عبدالمجید	۹۰	۲۵	" محمد یوسف سواتی	۴۵
۷	" غلام محمد لودھڑوی	۸۵	۲۶	" اشرف علی	۴۵
۸	" عبدالستار منچن آبادی	۸۰	۲۷	" غلام حضرت	۴۵
۹	" علی محمد منچن آبادی	۸۰	۲۸	" محمد عبدالستار سلہٹی	۴۵
۱۰	" عبدالماجد	۸۰	۲۹	" محمد ایوب	۴۵
۱۱	" محمد شمس الزمان	۸۰	۳۰	" خلیل الرحمان	۴۱
۱۲	" مقبول حسین سلہٹی	۷۵	۳۱	" ابوالقاسم فریدی	۴۱
۱۳	" سراج الدین سواتی	۷۵	۳۲	" محمد محفوظ الرحمان	۴۱
۱۴	" امۃ الرسول	۷۰	۳۳	" محمد دلپذیر ہزاروی	۴۰
۱۵	" حمید اللہ	۷۰	۳۴	" عبدالغفور	۴۰
۱۶	" محمد عمر	۷۰	۳۵	" محمد اسحاق	۴۰
۱۷	" رحیم بخش	۷۰	۳۶	" نظام الدین	۴۰
۱۸	" محمد بارک اللہ ابن مولانا فتح دین صاحب	۶۵	۳۷	" عبدالعزیز	۴۰
۱۹	" عبدالرزاق غزنوی	۶۰	۳۸	" محمد صدیق	۳۰

حضرت مولانا ابوالکلام آزادؒ

اسلام آج بھی انسانی اخوت کی سب سے بڑی زندہ قوت ہے

موجودہ زمانے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی جاتی ہے۔ کہ علوم و تمدن کی ترقی اور سیر و حرکت کے حیرت انگیز وسائل نے قوموں اور ملکوں کا تفرقہ دور کر دیا ہے۔ بحر و بر کے ڈانڈے مل گئے ہیں۔ اور ساری دنیا ایسی ہوگئی ہے۔ جیسے ایک مسلسل آبادی کے مختلف محلے اور حصے ہوتے ہیں لیکن اس پر بھی ہم دیکھ رہے ہیں۔ کہ قوموں اور ملکوں کے مکان کا تفرقہ جس قدر کم ہوتا جاتا ہے، دل و دماغ کا تفرقہ اتنا ہی بڑھتا جاتا ہے۔ جس قدر تیزی سے بیسویں صدی کی موٹریں اور طیارے دوڑ رہے ہیں اُتنی ہی تیزی سے قوموں کے دل بھی ایک دوسرے سے برگشتہ ہو رہے ہیں

بکھرے دلوں کو جوڑنا

لیکن اب سے تیرہ سو برس پہلے جب دنیا موجودہ زمانے کے تمام وسائل قرب و اجتماع سے محروم تھی۔ بحر احمر کے کنارے ریگستان عرب کے وسط میں حجاز کی چٹیل اور بے زراعت وادی کے اندر ایک صدائے اجتماع بلند ہوئی اور نسل انسانی کے منتشر افراد کا ایک نیا گھرانہ آباد کیا گیا۔ انسانی اجتماع و یگانگت کی یہ پکار صرف اتنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ کہ ملکوں کی سرحدیں اور جغرافیہ کی حدیں ایک دوسرے کے قریب ہو جائیں۔ بلکہ اُس کا مقصد نسل انسانی کے بکھرے ہوئے دلوں اور برگشتہ روحوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دینا تھا۔

اعتقاد روح کا ایمان

یہ پکار سنی گئی۔ کرۂ ارضی کے سارے گوشوں اور خشکی اور تری کی ساری راہوں سے اس پکار کی بازگشت بلند ہوئی انجن اور برق کی برق رفتار سواریوں کے ذریعہ نہیں۔ تار اور لاسلکی کے گاڑے ہوئے ستونوں پر سے نہیں۔ بلکہ دل کے اعتقاد اور روح کے ایمان کے ذریعہ اُس کی پکار سب نے سنی اور اُس کی پکار کا جواب سب کی زبانوں سے نکلا یہ اسلام کی پکار تھی! یہ اسلام کا فریضۂ حج تھا۔

انسانی اخوت کی اصلی صُورت

اُس نے ملکوں کو اکٹھا کر دیا۔ قوموں کو جوڑ دیا۔ نسل اور زبان و مکان کے سارے تفرقے دور کر دئے۔ گورے کو کالے کے ساتھ اور پادشاہ کو فقیر بے نوا کے ساتھ ایک ہی مقام میں ایک ہی وضع و لباس میں ایک ہی صورت و اعتقاد کے ساتھ اس طرح جمع کر دیا۔ کہ انسانی گمراہی کے بنائے ہوئے سارے امتیازات مٹ گئے۔ انسانی اخوت و وحدت اپنی اصلی صورت میں بے نقاب ہوگئی۔

جدہ سے خط

(ایک صاحب ۱۳۴۵ھ کا اجتماع حج دیکھ کر جدہ سے رقمطراز ہیں)

آج کل بحر احمر کا یہ ساحلی مقام تمام کرۂ ارضی کے انسانوں کا مرکز بن گیا ہے خشکی اور تری دونوں راہوں سے قوموں اور ملکوں کے قافلے پہنچ رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ جدہ کی زمین شق ہوگئی ہے اور انسانوں کے انبوہ اُگل رہی ہے۔ ایک دن میں نے مغرب کی نماز ساحل کی ریگ پر ادا کی۔ جہاں بعض رؤسائے جدہ نے کلب کی طرح ایک روزانہ اجتماع "نادی الصلوٰۃ" کے نام سے قائم کر رکھا ہے۔ نماز کے بعد جب میں لوٹا اور بازار کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں۔ برطانوی نمائندہ کے اسٹاف کے چند انگریز کھڑے بازار کے نظارہ میں غرق ہیں۔ اُن میں ایک شخص رابرٹس نامی تھے، جن سے میں ایک دو مرتبہ مل چکا تھا۔ میں نے اُن سے پوچھا آپ کس چیز کے نظارہ میں اس قدر دلچسپی لے رہے ہیں؟ انہوں نے کہا۔

انسانی اخوت کی زندہ قوت

دیکھو یہ ہندوستانیوں کا گروہ ہے یہ پانچ پست قد جاوی کھڑے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایک چینی کی منگولین صورت دکھائی دے رہی ہے، دوسری طرف ایک ترکستانی کی سیاہ ٹوپی اور افغانی کی بڑی سی پگڑی ہے۔ اُن کے پیچھے ایک گروہ یمنی عربوں کا سرخ جُبّے پہنے جا رہا ہے۔ اور ان کے ساتھ اقصاء افریقہ کا ایک جزائری بربر ہنس ہنس کر باتیں کر رہا ہے۔ تیسری طرف دو حبشی کھڑے ہیں اور ایک مصری طربوش اُن کے پیچھے نظر آرہی ہے۔ اگر ان تمام قوموں کی آبادیاں جغرافیے کے نقشے میں ڈھونڈھی جائیں تو کیسے کیسے عظیم سمندر اور بیکنار صحرا اُن میں حائل نظر آئیں گے۔ لیکن یہاں ان سب کو جمع کر دیا گیا ہے۔ سال کے اس موسم میں خود بخود دنیا کے تمام گوشے اس جگہ یکجا ہو جاتے ہیں۔ کیا آج دنیا کے کسی حصے میں بھی ایسا منظر نظر آسکتا ہے؟ کیا اس منظر سے بھی بڑھ کر کوئی منظر ہے۔ جو انسانی اجتماع کی ایک عجیب و غریب قوت کا پتہ دے؟ میں سوچ رہا ہوں۔ کہ کس کے ہاتھوں میں اُس رشتہ کا سرا ہے۔ جس سے بحر و بر کے یہ تمام گوشے کھینچ لئے جا سکتے ہیں۔

بکرے کی فریاد صفحہ ۱۵ سے آگے

اپنے خون پسینے سے کمائی ہوئی دولت کو راہ حق میں صرف کرنے کی توفیق ارزانی فرما کہ ہم ایسے ناچیز جانوروں اور عقل سے عاری حیوانوں کی جان ناتواں بھی کسی کام آئے۔ ہمارا خون تیری راہ میں بہے اور حلال سے کمائی ہوئی دولت سے خرید کردہ قربانی تیری بارگاہ میں قبولیت کا شرف حاصل کرے۔ یہ تیری نحیف و نزار مخلوق بھی ایثار اسمٰعیل کی یاد تازہ کرنے میں فخر محسوس کرتی ہے۔ لیکن ساتھ ہی ملتجی ہے کہ چھری بھی دست خلیل میں ہو۔ یا ان کے صحیح نام لیواؤں کے ہاتھ میں

خطبہ یوم الجمعہ ۶ ذوالحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۱ مئی ۱۹۶۲ء

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا یہ خطبہ ـــ خطباتِ جمعہ میں تاحال طبع نہیں ہوا۔ چنانچہ حصولِ فیوض و برکات کی خاطر اور حضرت شیخ نوّر اللہ مرقدہ کی روحِ پاک کو ایصالِ ثواب کے لئے اسے ہدیۂ قارئین کرام کیا جا رہا ہے۔

(احقر عبید اللہ انور)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْد

قرآن مجید میں قربانی کا ذکر

برادرانِ اسلام! آج کے خطبہ میں اس عنوان پر عرض کرنے کا ایک خاص سبب ہے۔ کل ۱۷ اگست ۱۹۶۵ء کی ڈاک میں مجھے ایک خط موصول ہوا ہے جس میں اس عنوان پر اپنے خیالات ظاہر کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اور واقعی اس عنوان کے متعلق مسلمانوں کی عین راہنمائی نہ کی گئی تو وہ صراطِ مستقیم سے گمراہی کے گڑھے میں جا گریں گے

خط کی نقل

جناب مولانا صاحب السلام علیکم!

۲۵ جولائی کے پاکستان ٹائمز میں مسٹر یعقوب توفیق نے مسلمانوں کو لکھا ہے کہ عید قربان کے موقع پر مسلمانوں کو قربانیاں نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ قرآن شریف میں کسی آیت شریفہ سے حکم ظاہر نہیں ہوتا۔ میں نے ۷ اگست کے سول ملٹری گزٹ میں اس کے خلاف لکھا۔ اور آپ کی اور مولانا غلام مرشد صاحب کی اور مولانا شہاب الدین صاحب کی توجہ اس طرف دلائی۔ مگر تاحال کسی عالم صاحب کا کوئی اعلان نہیں چھپا۔ امید ہے کہ آپ اس مذہبی فریضے پر روشنی ڈالیں گے۔ اور قوم کی راہ نمائی کریں گے۔

اے۔ اے۔ مفتی

قرآن شریف میں قربانی کا ذکر تین جگہ پر ہے

قولہ تعالیٰ:۔ وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۝ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَ یَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ ۚ فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْبَآىِٕسَ الْفَقِیْرَ

(سورہ حج)

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحبؒ کا ترجمہ

اور پکار دے لوگوں کو حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں سے چل کر اور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اونٹوں پر چلے آئیں۔ راہوں دُور سے۔ تاکہ پہنچیں اپنے فائدے کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو اللہ نے دئے ہیں ان کو۔ سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بُرے حال کے محتاج کو۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحبؒ کا ترجمہ

اور (ابراہیمؑ سے یہ بھی کہا گیا کہ) لوگوں میں حج (کے فرض ہونے) کا اعلان کر دو۔ لوگ تمہارے پاس (حج کو) چلے آویں گے۔ پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی۔ جو کہ دُور دراز رستوں پر پہنچی ہوں گی۔ تاکہ اپنے (دینیہ اور دنیویہ) فوائد کے لئے آ موجود ہوں۔ اور (اس لئے آویں گے) تاکہ ایام مقررہ (یعنی ایام قربانی) میں ان مخصوص چوپایوں پر (ذبح کے وقت) اللہ کا نام لیں۔ (یعنی بسم اللہ اللہ اکبر) کہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کئے ہیں۔ سو ان (قربانی کے) جانوروں میں سے تم (کو) بھی (اجازت مع الاستحباب ہے۔ کہ) کھایا کرو۔ اور (مستحب یہ ہے کہ) مصیبت زدہ محتاج کو بھی کھلایا کرو۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحبؒ کا ترجمہ

اور پکار دے بیچ لوگوں کے ساتھ حج کے۔ آویں گے تیرے پاس پیادے اور اوپر ہر اونٹ دُبلے کے آویں گے ہر راہ دور سے۔ تو حاضر ہوں واسطے فائدوں اپنے کے۔ اور کریں نام اللہ کا بیچ دنوں معلوم کے اوپر اس چیز کے کہ دیا ہے ان کو چوپایوں پلے ہوؤں سے۔ پس کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ بھوکے فقیر کو۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلویؒ کا ترجمہ

اور لوگوں میں حج کی منادی کر دو تمہارے پاس لوگ پا پیادہ اور پتلے دُبلے اونٹوں پر (سوار ہو کر) دُور دراز رستوں سے چلے آئیں گے تاکہ اپنے فوائد کو دیکھیں۔ تاکہ جو چارپائے خدا نے ان کو دے رکھے ہیں۔ ان پر ایام مقررہ میں خدا کا نام یاد کیا کریں۔ (قربانی کرنے میں اس کا نام لیا کریں) پھر ان میں سے آپ بھی کھاؤ اور محتاج فقیر کو بھی کھلاؤ۔

نتیجہ

برادرانِ اسلام! آپ نے خیال فرمایا کہ چاروں مقتدر حضرات اپنے اپنے ترجمہ میں اس بات پر متفق ہیں کہ قربانی کرو خود کھاؤ، محتاجوں کو کھلاؤ ـــ اب کوئی ذی علم آدمی کیسے کہہ سکتا ہے کہ قرآن مجید میں قربانی کا ذکر نہیں ہے۔

دوسری

قولہ تعالیٰ:۔ والبدن جعلنها لکم من شعائر اللہ لکم فیها خیر۔ فاذکروا اسم اللہ علیها صواف فاذا وجبت جنوبها فکلوا منها واطعموا القانع والمعتر کذالک سخرنها لکم

لعلکم تشکرون۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رح کا ترجمہ

اور کعبہ کے چڑھانے اونٹ ٹھہرائے ہیں۔ ہم نے تمہارے واسطے نشانی اللہ کے نام کی۔ تمہارے واسطے اس میں بھلائی ہے۔ سو پڑھو ان پر نام اللہ کا۔ قطار باندھ کر۔ پھر جب گر پڑے ان کی کروٹ۔ تو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ صبر سے بیٹھے کو اور بیقراری کرنیوالے کو اسی طرح تمہارے بس میں کر دیا ہم نے ان جانوروں کو تاکہ تم احسان مانو۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رح کا ترجمہ

اور قربانی کے اونٹ اور گائے (اور اسی طرح بھیڑ اور بکری کو بھی) ہم نے اللہ (کے دین) کی یادگار بتایا ہے۔ ان جانوروں میں تمہارے (اور بھی) فائدے ہیں سو تم ان پر کھڑے کرکے (ذبح کرنے کے وقت) اللہ کا نام لیا کرو۔ پس جب وہ (کسی) کروٹ کے بل گر پڑیں (اور ٹھنڈے ہو جائیں) تو تم خود بھی کھاؤ اور بے سوال اور سوالی (محتاج) کو بھی کھانے کو دو۔ (اور) ہم نے ان جانوروں کو اس طرح تمہارے زیر حکم کر دیا۔ تاکہ تم (اس پر اللہ تعالے کا) شکر کرو۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح کا ترجمہ

اور اونٹ قربانی کے کیا ہم نے ان کو واسطے تمہارے نشانیوں اللہ کی سے واسطے تمہارے بیچ ان کے خوبی ہے۔ پس یاد کرو۔ نام اللہ کا اوپر ان کے قطار باندھے ہوئے۔ پس جس وقت گر پڑیں۔ کروٹیں ان کی۔ پس کھاؤ ان میں سے اور کھلاؤ بے سوال فقیر کو اور سوال کرنے والے کو۔ اسی طرح مسخر کیا ہم نے ان کو واسطے تمہارے تاکہ تم شکر کرو۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی رح کا ترجمہ

اور (مسلمانو) تمہارے لئے (قربانی) کے اونٹ کو اللہ کی نشانیوں میں سے بنا دیا ہے۔ تمہارے لئے ان میں فوائد بھی ہیں۔ پس ان پر اللہ کا نام کھڑا کرکے لو۔ (یعنی بسم اللہ کہہ کے ذبح کرو) پھر جب وہ کسی پہلو پر گر پڑیں تو ان میں سے خود کھاؤ۔ اور قانع اور سوالی کو بھی کھلاؤ۔ اللہ نے ان کو تمہارے لئے ایسا مسخر کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔

تیسری

قولہ تعالے:۔ فلما اسلما وتله للجبين ٥ وناديناه ان يا ابراهيم ٥ قد صدقت الرؤيا ج انا كذالك نجزى المحسنين ٥ ان هذا لهو البلاء المبين ٥ وفديناه بذبح عظيم۔

حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب رح کا ترجمہ

پھر جب دونوں نے حکم مانا۔ اور پچھاڑا اس کو ماتھے کے بل اور ہم نے اس کو پکارا یوں کہ اے ابراہیم تو نے سچ کر دکھایا خواب۔ ہم یوں دیتے ہیں بدلہ نیکی کرنے والوں کو۔ بے شک یہی ہے صریح جانچنا۔ اور اس کا بدلہ دیا ہم نے ایک جانور ذبح کرنے کے واسطے بڑا۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب رح کا ترجمہ

غرض دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا۔ اور (چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں۔ اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ (وہ وقت بھی عجیب تھا)، ہم مخلصین کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان۔ اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا۔

حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب رح کا ترجمہ

پس جب مطیع ہوئے دونوں حکم الٰہی کے اور پچھاڑا اس کو ماتھے پر اور پکارا ہم نے اس کو۔ اے ابراہیم! تحقیق سچ کیا تو نے خواب کو۔ تحقیق ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو۔ تحقیق یہ بات رہی ہے۔ آزمائش ظاہر اور چھڑا لیا ہم نے اس کو بدلے قربانی بڑی کے۔

حضرت مولانا عبد الحق صاحب حقانی دہلوی رح کا ترجمہ

پھر جب دونوں تیار ہو گئے۔ اور اس کو ابراہیم ؑ نے منہ کے بل گرایا۔ تو ہم نے اس کو آواز دی۔ کہ اے ابراہیم تُو نے خواب کو سچ کر دکھایا ہم نیک بختوں کو اسی طرح سے بدلہ دیا کرتے ہیں۔ البتہ یہ صریح آزمائش ہے اور ہم نے بڑی قربانی کو اس کا فدیہ بنا دیا۔

آخری عرضداشت

آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن مجید میں تین مقامات سے مسلمانوں کی عید الضحیٰ کی اس قربانی کا ثبوت ملتا ہے جو ساڑھے تیرہ سو سال سے مسلمان ابراہیم علیہ السلام کی سنت کے مطابق کرتے آرہے ہیں۔ اور ہیں نے اپنے دعوے کے ثبوت میں ہندوستان کے چار چیدہ ترین علماء کرام کی شہادتیں پیش کر دی ہیں۔ جن کا متفقہ فیصلہ ہے کہ واقعی قرآن مجید کے تینوں مقامات سے قربانی کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالے مسلمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر قیامت تک قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

شرائط ایجنسی ہفت روزہ خدام الدین لاہور

۱۔ پانچ پرچوں سے کم کی ایجنسی قائم نہیں ہوگی۔
۲۔ پانچ پرچوں سے لے کر ۱۵۰ پرچوں تک کمیشن پچیس فیصدی ہوگی۔
۳۔ ایک سو پچاس سے لے کر دو سو پچاس تک کمیشن تیس فیصدی ہوگی۔
۴۔ دو سو پچاس سے اوپر کمیشن تینتیس فیصدی ہوگی
۵۔ جتنے پرچے درکار ہوں اتنے روپے بطور زرِ ضمانت دفتر میں جمع رہیں گے
۶۔ بل کی ادائیگی ماہ بماہ ہوگی
۷۔ بل کی رقم ہر ماہ کی دس تاریخ تک موصول ہو جانی ضروری ہے ورنہ بنڈل کی ترسیل روک دی جائیگی۔
۸۔ بچے ہوئے پرچے واپس نہیں ہوں گے۔
۹۔ ہفت روزہ خدام الدین کے مینجر کو اختیار ہوگا۔ کہ جب چاہے مندرجہ بالا شرائط کی ترمیم کر دے یا منسوخ کر دے

(مینجر)

نور النبی خطیب مسجد کچہری مارکیٹ کوئٹہ

مسائلِ قربانی

قربانی کی فضیلت

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ مِنْ عَمَلٍ یَوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ اِھْرَاقِ الدَّمِ (مشکوٰۃ)

ترجمہ :- حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قربانی کے دنوں میں (خون بہانے (قربانی) سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔

خلاصہ :- ان دنوں میں فرائض کے علاوہ یہ نیک کام یعنی قربانی کے جانور کا ذبح کرنا سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے۔

عَنْ زَیْدِ ابْنِ اَرْقَمَ رضؓ قَالَ قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا ھٰذِہِ الْاَضَاحِیُّ قَالَ سُنَّۃُ اَبِیْکُمْ اِبْرَاھِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِیْھَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ حَسَنَۃٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ بِکُلِّ شَعْرَۃٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَۃٌ۔ (مشکوٰۃ)

ترجمہ :- حضرت زید بن ارقم رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام رضؓ نے قربانی کے متعلق عرض کیا کہ یہ کیا ہے؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ رضؓ نے عرض کیا ہمارے لئے اس میں کتنا ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ عرض کیا (پس اون کے متعلق کیا حکم ہے) یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے فرمایا۔ اون کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے۔ (مشکوٰۃ)

قربانی کا حکم

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مَنْ وَجَدَ سَعَۃً وَّ لَمْ یُضَحِّ فَلَا یَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا۔

ترجمہ :- قربانی کی گنجائش کے باوجود جو قربانی نہ کرے اُسے ہمارے مصلا (عیدگاہ) کے قریب بھی نہیں ہونا چاہیئے۔

مسئلہ :- جس مسلمان کے پاس ۵۲ تولے ۲ ماشے یعنی نصاب زکوٰۃ کے برابر چاندی ہو یا اتنی نقدی کہ جس سے اتنی چاندی خریدی جا سکے۔ یا اتنی مالیت کا حاجت اصلیہ سے زائد مال و اسباب ہو ——— خواہ وہ سوداگری کے لئے ہو یا نہ ہو۔ اور چاہے اس مالیت پر سال پورا گذر چکا ہو یا نہ گذرا ہو۔ اور اس نے قرضہ بھی کسی کا نہ دینا ہو۔ اگر دینا ہو تو پھر حساب کرکے دیکھو کہ اگر قرض کی رقم سے زیادہ مال و اسباب یا نقد روپیہ مندرجہ بالا مقدار کے مطابق بچتا ہے تو ایسا شخص شریعت میں مالدار ہے۔ اُس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ نیز ایسے شخص کو زکوٰۃ اور صدقات واجبہ کا پیسہ لینا اور کھانا جائز نہیں لیکن جس کے پاس اتنا مال نہیں بلکہ اس سے تھوڑا ہے یا کچھ بھی نہیں۔ ایسا شخص شریعت کے نزدیک غریب ہے اس کو زکوٰۃ و صدقات واجبہ کا پیسہ دینا درست ہے۔ اور اسے بھی لے لینا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ حضرت علی رضؓ حضرت عباس رضؓ، حضرت جعفر رضؓ، حضرت عقیل رضؓ حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی اولاد سے نہ ہو۔ البتہ مندرجہ بالا صدقات و زکوٰۃ کے علاوہ نفلی صدقہ خیرات کا دینا جائز ہے۔

قربانی کے جانور

بکری، بکرا، دُنبہ، دُنبی، بھیڑ، مینڈھا۔ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ، اونٹنی۔ صرف ان جانوروں کی قربانی جائز ہے۔ ان کے سوا اور کسی جانور کی قربانی جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانور کی عمر

اگر جانور اپنے گھر میں پیدا ہوا ہو یا جس شخص سے خریدا جائے اُس پر سو فیصدی یقین ہو کہ یہ سچا آدمی ہے اپنے مفاد پر خوفِ خدا کو مقدم رکھنے والا ہے تو پھر دنوں کے لحاظ سے تینوں قسم کے جانوروں کی کم از کم عمر یہ ہے۔ بھیڑ بکری کی قسم سال بھر۔ گائے بھینس کی قسم دو سال۔ اونٹ اور اونٹنی پانچ سال۔ اگر عمر میں شبہ ہو تو پھر دانتوں کا لحاظ ضروری ہے یعنی دودھ کے دو دانت گر کر اُن کی جگہ گھاس کے دانت نکل چکے ہوں جو کہ باقی دانتوں سے قدرے چوڑے اور اونچے ہوں گے۔ کیونکہ تجربہ سے یہ ثابت ہے کہ بھیڑ بکری کے یہ دانت سال بھر کے بعد نکلتے ہیں۔ اور گائے بھینس کے دو سال کی ہوں تو نکلتے ہیں۔ اور اونٹ اور اونٹنی پانچ سال کے ہوں تو نکلتے ہیں۔ لہذا اگر قربانی کا جانور کسی سے خریدا جائے تو جس جانور کے یہ دانت نہ نکلے ہوں تو اس جانور کو نہ خریدنا چاہئے۔ کیونکہ بعض بیچنے والے اپنے مفاد کی خاطر غلط عمر بتا کر جانور بیچ دیتے ہیں۔ عمر کم ہونے کی وجہ سے ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں۔ عمر کی تحقیق ضروری ہے ورنہ قربانی جائز نہیں ہوگی۔ البتہ چھ ماہ کا دنبہ اگر اتنا موٹا تازہ ہو کہ سال بھر والے دُنبوں میں چھوڑ دو تو جسمانی لحاظ سے کوئی فرق نہ معلوم ہو۔ تو ایسے دنبہ کی قربانی جائز ہے۔ اگر اس کی چکی نہیں ہے تو پھر علماء کا اختلاف ہے۔ احتیاطاً مینڈھا سال بھر سے کم نہیں ہونا چاہئے۔

ان عیبوں والے جانور کی قربانی جائز نہیں

(۱) اندھا۔ (۲)، کانا (۳)، ایک آنکھ کی تہائی (⅓) حصہ روشنی یا ا[illegible]
زیادہ جاتی رہی ہو (۴) [illegible]
تہائی یا تہائی سے زیاد[illegible]

[illegible] حضرت

یا پیدائش ہی سے نہ ہوں (۵) دُم تہائی یا تہائی سے زیادہ کٹ گئی ہو۔ (۶) اتنا لنگڑا کہ تین پاؤں کے سہارے چلتا ہو چوتھے پر بالکل سہارا نہ دے سکتا ہو (۷) اتنا لاغر اور دبلا کہ ہڈیوں میں بھی بالکل گودا نہ رہا ہو (۸) دانت بالکل نہ ہوں۔ یا دانتوں کی اکثریت گر چکی ہو۔ (۹) سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ چکے ہوں۔ (۱۰) اتنی سخت خارش کہ جس سے بالکل لاغر ہو گیا ہو۔ (۱۱) جس کے تھن خشک ہو چکے ہوں یعنی دودھ کے قابل ہی نہ رہے ہوں (۱۲) ایسا بیمار کہ گھاس نہ کھا سکے۔

ایسا جانور قربانی کے لئے جائز ہے

(۱) جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں۔ یا سینگ تو تھے مگر جڑ سے اوپر اوپر ٹوٹ گئے (۲) ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے کان ہوں (۳) طول میں کان پھٹا ہوا ہو یا منہ کی طرف، خواہ لٹکتا ہوا ہو یا پیچھے کی طرف سے پھٹا ہو جائز ہے۔ (مظاہر حق جلد اول)

قربانی کا وقت

(۱) گاؤں میں ذی الحجہ کے چاند کی دسویں تاریخ کی صبح صادق سے لے کر چاند کی بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے قربانی کرنے کا وقت ہے (۲) شہر اور قصبہ میں جب تک عید کی نماز نہ پڑھ لی جائے قربانی کرنا درست نہیں۔ گویا شہر اور قصبہ میں نماز عید کے بعد سے لے کر بارھویں تاریخ کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے تک ہے

مسئلہ:۔ بارھویں تاریخ کو جب سورج غروب ہو گیا تو خواہ گاؤں ہو یا شہر قربانی کا وقت ختم ہو گیا۔

مسئلہ:۔ قربانی کے وقت کے دوران میں جب جی چاہے قربانی کا جانور ذبح کر سکتے ہیں چاہے دن ہو یا رات۔ لیکن رات کی نسبت دن زیادہ بہتر ہے اور دنوں کے لحاظ سے پہلا دن بہتر ہے پھر دوسرا اور پھر تیسرا۔

قربانی کا ذبح کرنا

جب قربانی کا جانور قبلہ رُخ لٹا دے تو پہلے یہ دعا پڑھے:۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۝ اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ ۝ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۝ کہہ کر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَّخَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اگر کسی دوسرے کی طرف سے ذبح کرے تو مِنِّیْ کی بجائے مِنْ کہہ کر اُس شخص کا نام لیوے جس کی طرف سے ذبح کر رہا ہے۔ اور باقی دعا پوری پڑھے۔

مسئلہ:۔ اپنی قربانی کے جانور کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو پھر دوسرے سے ذبح کرانا چاہئے۔ اور ذبح کے وقت جانور کے سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ مندرجہ بالا دعا اگر یاد ہو تو پڑھنا بہتر ہے اگر یاد نہ ہو تو صرف دل میں قربانی کی نیت کرکے بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ ۝ کہہ کر ذبح کر دینے سے قربانی جائز ہو جاتی ہے۔

قربانی میں غیر کی مدد

جب قربانی میں کسی دوسرے آدمی سے مدد لی جائے تو اُس کو کام کی مزدوری اپنی طرف سے الگ دی جائے قربانی کے جانور کا گوشت پوست چربی وغیرہ مزدوری میں دینے سے قربانی جائز نہیں ہوگی۔ بعض لوگ بطور مزدوری کچھ پیسے مقرر کر لیتے ہیں اور کچھ گوشت وغیرہ تو ایسا معاملہ قربانی کو ناجائز کر دیتا ہے۔ بعض لوگ ایسے موقعہ پر کہتے ہیں کہ ہم تو خدا کے لئے اُسے یہ قربانی کی چیز دے رہے ہیں اور وہ بھی کہتا ہے کہ میں خدا واسطے لے رہا ہوں۔ مگر حقیقت میں وہ چیز مزدوری ہی کا حصّہ ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر اس کو وہ چیز نہ دوگے تو وہ جھگڑ کر بھی لے گا۔ یا مزدوری زیادہ مانگے گا یا ناراض ہو کر جائے گا۔ لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ جس سے مزدوری کا کام لیا جائے اُسے گوشت پوست کچھ نہ دیا جائے۔ بلکہ صرف پیسوں کے عوض کام لیا جائے۔

مشترکہ جانور کے گوشت کی تقسیم

گائے، اونٹ وغیرہ میں اگر سات آدمی شریک ہوئے تو گوشت کی تقسیم اندازے سے نہ کریں بلکہ خوب ٹھیک ٹھیک تول کر تقسیم کریں۔ اگر تول کر تقسیم نہ کیا گیا تو گناہ ہوگا۔

نوٹ:۔ قصاب وغیرہ کی مزدوری اور تقسیم گوشت میں اکثر لوگ بے پرواہی کرتے ہیں۔ لیکن یہ معمولی سی بے پرواہی قربانی کو ناقص یا ناجائز کر دیتی ہے۔

قربانی کے گوشت پوست کا استعمال

مسئلہ:۔ قربانی کا گوشت آپ کھائے اور رشتہ داروں کو بھی دے۔ فقیروں اور محتاجوں کو خیرات بھی کرے۔

مسئلہ:۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم تیسرا حصہ خیرات کرے اگر کسی نے تیسرے حصّے سے تھوڑا خیرات کیا تو بھی کوئی گناہ نہیں۔

مسئلہ:۔ قربانی کا گوشت امیر غریب سب مسلمانوں کو دینا جائز ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی کی کھال یا تو یوں ہی خیرات کر دے یا بیچ کر اس کی قیمت خیرات کر دے۔ قیمت میں جو پیسے ملے ہوں۔ بعینہٖ وہی پیسے خیرات کرنا چاہئے۔ ان کے بدلے اور پیسے دینے بہتر نہیں۔ اگرچہ ادا ہو جائیں گے۔

مسئلہ:۔ کھال یا کھال کے پیسے ایسے لوگوں کو دے جن کو زکوٰۃ کا پیسہ دینا جائز ہے جن کی تعریف اوپر بیان کی گئی ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی کی کھال یا کھال کے پیسے مسجد یا کسی اور نیک کام پر لگانے جائز نہیں خیرات ہی کرنا چاہئے۔

مسئلہ:۔ اگر کھال کو اپنے استعمال کے لئے رکھ لے جیسے جا نماز، دف، مشک وغیرہ بنا کر استعمال کرے تو جائز ہے۔ لیکن بیچنے کے بعد اُس کے پیسے خود استعمال نہیں کر سکتا۔

مسئلہ:۔ قربانی کی رسی، جھول وغیرہ سب چیزیں خیرات کر دے۔

مسئلہ:۔ جس شخص نے قربانی کرنی ہو اُس کے لئے مستحب یہ ہے کہ بقرعید کے چاند کی پہلی تاریخ سے لے کر قربانی کا جانور ذبح ہونے تک نہ حجامت بنوائے نہ ناخن کٹوائے۔ چاند نکلنے

سے پہلے پہلے حجامت بنوا سکتا ہے۔

مسئلہ:۔ موٹے تازے جانور کی قربانی مستحب ہے۔

قربانی کے متفرق مسائل

مسئلہ:۔ بھیڑ بکری کی قربانی صرف ایک آدمی کر سکتا ہے۔ گائے، بھینس، اونٹ میں زیادہ سے زیادہ سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

مسئلہ:۔ اگر قربانی کے جانور میں خریدنے کے بعد کوئی ایسا عیب پیدا ہو گیا جس سے قربانی جائز نہیں رہتی۔ تو اگر وہ شخص شریعت کے قاعدہ کی رُو سے امیر ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے۔ عیب پیدا ہونے سے اُس کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ اگر غریب آدمی کے جانور میں ایسا عیب پیدا ہو جائے تو اس کو جائز ہے کہ عیب کی پرواہ نہ کرے اور قربانی کرے اُس کی قربانی جائز ہے۔ اس کی وجہ کتب فقہ میں بیان کی گئی ہے۔ اس مضمون میں صرف مسائل قربانی بیان کرنے مقصود ہیں۔ اسی لئے دلائل بیان نہیں کئے گئے۔

مسئلہ:۔ کسی شخص پر قربانی واجب تو نہیں تھی مگر اُس نے قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا اب اس جانور کی قربانی واجب ہو گئی۔

مسئلہ:۔ اگر قربانی کی نیت سے خریدا ہُوا جانور کہیں گم ہو گیا اس شخص نے دوسرا جانور قربانی کی نیت سے پھر خرید لیا اب دوسرے جانور کو خریدنے کے بعد پہلا گم شدہ جانور بھی مل گیا تو حکم یہ ہے کہ اگر ایسا اتفاق اُس شخص کو ہُوا جو شریعت کے لحاظ سے امیر ہے تو ایک ہی جانور کی قربانی اس پر واجب ہے ان دونوں میں سے ایک ذبح کر دے اور اگر غریب آدمی کو ایسا اتفاق ہُوا ہو تو دونوں جانوروں کی قربانی اُس پر واجب ہوگی۔ اس کی وجہ فقہ کی کتب میں موجود ہے۔

مسئلہ:۔ اگر اپنے ارادے سے کسی فوت شدہ کو ثواب پہنچانے کے لئے قربانی کرے تو اس کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور اگر مرنے والا وصیّت کر گیا ہو کہ میرے مال سے میری طرف سے قربانی کر دینا۔ اب اُس کی وصیّت پوری کرنے کے لئے جو قربانی کی جائے گی تو ایسی قربانی کا سب گوشت پوست خیرات کر دینا واجب ہے۔

مسئلہ:۔ جس جانور کے پیٹ میں بچہ ہو اس کی قربانی جائز ہے اگر بچہ زندہ نکلے تو اسے بھی ذبح کر دیا جائے۔

مسئلہ:۔ کسی نے قربانی کی نذر مانی پھر وہ کام پورا ہو گیا۔ تو اب قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا واجب ہے خواہ امیر ہو یا غریب۔

مسئلہ:۔ منّت کی قربانی کا تمام گوشت فقیروں غریبوں کو خیرات کر دے۔ نہ خود کھا سکتا ہے اور نہ کسی امیر کو دے سکتا ہے بلکہ ہر قسم کی خیرات جو نذر ماننے سے واجب ہوتی ہے اُس کا یہی حکم ہے کہ نہ خود کھائے نہ امیر کو دے خواہ مٹھائی ہو یا کھانا پکّا ہو یا کچّا صرف غریب کو دینے سے ہی منّت پوری ہوگی۔ ورنہ ذمہ رہے گی۔

مسئلہ:۔ جو منّت خلاف شرع یا خلاف شرع بات کی نہ ہو اس کا پورا کرنا واجب ہے۔ اور جو خلاف شرع یا خلاف شرع بات کی ہو اس کا پورا کرنا ناجائز ہے۔

مسئلہ:۔ قربانی صرف اپنی طرف سے کرنا واجب ہے اولاد کی طرف سے واجب نہیں۔

مسئلہ:۔ تکبیر تشریق ۹ ر ذوالحجہ کی فجر کی نماز سے لے کر تیرھویں تاریخ کی نماز عصر تک یہ کل تیئیس (۲۳) نمازیں ہوتیں۔ ان میں سے ہر نماز کے بعد جبکہ جماعت کے ساتھ ادا کی جائے فوراً سلام تہلیل کے بعد اور فرضوں کی دعا سے پہلے ایک بار بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھنا واجب ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ ؕ اکیلا نماز پڑھنے والا اور عورت بھی اپنی فرضی نمازوں کے بعد ان دنوں میں یہ تکبیر پڑھ لیا کریں تو بہتر ہے۔ کیونکہ صاحبین کے نزدیک ہر فرض نماز ادا کرنے والے پر تکبیر پڑھنا واجب ہے مگر عورتیں آہستہ آواز سے پڑھیں۔

عید

مسئلہ:۔ عید کے دن یہ چیزیں سنّت ہیں۔ غسل کرنا۔ مسواک کرنا، خوشبو لگانا، اچھے کپڑے پہننا، نمازِ عید ادا کرنے سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ جس شخص نے اس دن قربانی کا جانور ذبح کرنا ہو وہ سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے۔

لِاَنَّ النَّاسَ فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ فِیْ ضِیَافَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی فَالْاَکْلُ مِنْ مَّائِدَۃِ الضِّیَافَۃِ اَوْلٰی۔ یہ دن اللہ تعالٰی کی ضیافت کا ہے لہذا ضیافت کے دسترخوان سے ہی کھانا چاہیئے۔

عیدگاہ جاتے وقت راستہ میں بلند آواز سے یہ تکبیر پڑھتے جانا چاہیئے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

مسئلہ:۔ نماز عید کے بعد خطبہ کا سننا واجب ہے خطبہ کے دوران بات چیت کرنا حرام ہے۔

عید اضحٰی کی نماز کا طریقہ

نیّت:۔ نیت کی میں نے دو رکعت نماز واجب عید اضحٰی کی۔ ساتھ چھ زائد تکبیروں کے پیچھے اس امام کے منہ طرف قبلے شریف کے۔

جب امام اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے۔ تو اُس کے ساتھ ہی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ.... غَیْرُکَ تک پڑھے۔ پھر امام کے ساتھ تین تکبیریں مندرجہ ذیل طریقہ سے کہے۔ (نوٹ) یہ علامت ↑ تکبیر کے دوران میں ہاتھوں کی حالت ظاہر کرتی ہے۔

پہلی رکعت میں

پہلی تکبیر پہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر ↓↓ نیچے چھوڑ دیں۔

دوسری تکبیر پر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر ↓↓ نیچے چھوڑ دیں۔

تیسری تکبیر پہ اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر باندھ لیں۔

اس پہلی رکعت میں ہاتھوں کی نقل و حرکت ان اوپر والے تیروں کے مطابق کریں۔ باقی حصہ اس پہلی رکعت کا عام نمازوں کی طرح پڑھا جائے گا

دوسری رکعت میں

امام کے ساتھ مل کر رکوع سے

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

از جناب ایم عبدالرحمن لودھیانوی (شیخوپورہ)

ابوالانبیا سیّدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت ابراہیم علیہ السلام شہنشاہ نمرود کی خود ساختہ خدائی کے عہد میں نینوا میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ کلدانی قوم کا آفتاب اقبال نصف النہار پر تھا۔ اُس کی عظمت وسطوت کا سکہ دنیا پر بیٹھا ہوا تھا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے ممالک شام، ایشیائے کوچک، مصر، آرمینیا اور ایران وغیرہ میں اُسی قوم کے سکے چل رہے تھے۔ اُسی قوم کا باعظمت اور جبروت شہنشاہ نمرود تھا۔ جس کا دماغی توازن اس قدر خراب ہوگیا تھا۔ کہ وہ خدا بن بیٹھا تھا اُس کا حکم تھا۔ کہ تمام کلدانی اُس کو سجدہ کیا کریں۔ اُس کی عظمت سے کسی کو سرِمُو انحراف کی طاقت نہ تھی۔ یہی سبب تھا کہ عام طور پر اُس کی پرستش ہونے لگی۔

اُسی خود ساختہ خدائی کو پاش پاش کرنے کے لئے حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ کو پیدا کیا آپ جس وقت رحم مادر میں منتقل ہوئے۔ اُس سے پہلے ہی کلدانی قوم کے کاہنوں نے نمرود کو مطلع کردیا تھا۔ کہ اس سال شہر میں ایک ایسا بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ جو نہایت اولوالعزم اور ہوشمند ہوگا جو آپ کی سلطنت آپ کے مذہب اور آپ کی خدائی کا سختی سے مقابلہ کرے گا ایک کامل کاہن نے زائچہ وغیرہ لکھ کر بتلا دیا تھا۔ کہ وہ بچہ فلاں تاریخ کو فلاں شب میں رحم مادر میں منتقل ہوگا۔

نمرود نے اُسی وقت شہر کے تمام بالغ مردوں کی فہرست تیار کرنے کا حکم دیا۔ اور شہر کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے ہر حلقہ میں پچاس پچاس فوجی جوان ایک سردار کی قیادت میں دے کر حکم صادر کیا۔ کہ تمام بالغوں اور نوجوانوں کو مقررہ تاریخ پر تیسرے پہر تک شہر سے باہر نکال دیں اور کوئی مرد بھی شہر میں ایسا رہنے نہ پائے جس میں قوت رجولیت ہو۔ شہر کے دروازوں اور گلی کوچوں میں پہرے لگا دئے گئے۔

آپ کے والد آذر جو بت تراش تھے اور دربار کے معتمد افسر سمجھے جاتے تھے۔ اُنہیں ہی اس مخصوص حلقہ کی نگرانی سپرد کی گئی۔ جس میں معزز خواتین رکھی گئی تھیں آذر اگرچہ بوڑھے ہوچکے تھے۔ مگر اولاد کی تمنا ضرور تھی۔ جس حلقۂ خواتین کی نگرانی اُن کے سپرد تھی۔ اُس میں جہاں اور بہت سی معزز خواتین تھیں۔ وہاں اُن کی بیوی بھی تھیں۔ جو اتفاق سے کوئی ضروری بات کہنے پھاٹک پر آئی تھیں۔ اور وہیں بحکم ربّانی حضرت ابراہیمؑ رحم مادر میں منتقل ہوگئے۔ مادہ پرستوں کی تمام مادی مساعی ناکام اور نمرود کے تمام انتظامات دھرے کے دھرے رہ گئے۔

نمرود دربار میں بیٹھا حُسن انتظام پر مسرور تھا کہ پھر کاہنوں نے بدحواسی کے عالم میں حاضر ہوکر عرض کیا۔ کہ جس بچہ کی روک تھام کا انتہائی انتظام کیا گیا۔ وہ بچہ صلب پدر سے بطنِ مادر میں منتقل ہوگیا ہے۔ یہ سنتے ہی نمرود کا کلیجہ دھک سے رہ گیا اور اس نے حکم دیا کہ تمام حاملہ عورتوں کی نگرانی شروع کردی جائے۔ چنانچہ جو بچے پیدا ہوتے گئے یکے بعد دیگرے قتل ہوتے گئے۔

آپ کی والدہ نے جہاں تک ممکن ہوا اس راز کو چھپایا مگر جب اس کا چھپانا مشکل ہوگیا۔ تو انہوں نے آذر سے اس کا تذکرہ کیا۔ اور وضع حمل سے چند روز پیشتر آپ کی والدہ شہر سے باہر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئیں۔ اور وہیں حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔

وضع حمل سے فراغت کے بعد آپ کی والدہ آپ کو غار میں چھپا کر واپس ہوئیں اور کاہنوں نے دربار میں پھر حاضر ہوکر عرض کیا۔ جہاں پناہ اس مرتبہ تمام کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور آج شب کو وہ بچہ پیدا ہوگیا۔ یہ سُن کر نمرود تلملا اٹھا۔ مگر دانت پیس کر رہ گیا۔

جب ابراہیمؑ کی والدہ روزانہ ایک رازدار کنیز کو ساتھ لے کر غروب آفتاب کے بعد غار میں پہنچتیں دودھ پلا کر گھاس پھونس سے ڈھک کر واپس آجاتیں اسی طرح آپ پرورش کرتی رہیں۔

حضرت ابراہیم فطرتًا بہت ذہین تھے سِن بلوغ سے پیشتر ہی دولت عقل و دانش سے بہرہ ور ہوچکے تھے۔ غور و فکر آپ کی عادت بن گئی تھی۔ غار کے قیام کے زمانہ میں ہی اللہ تعالےٰ نے انہیں دولت ایمان و ایقان سے مالامال کردیا تھا۔ غار کی پرورش اور غور و فکر گویا آپ کے عرفانی مجاہدے تھے۔ کم عمر لڑکے تھے۔ گھر آئے تو باپ سے مختلف سوالات توحید کے متعلق کئے۔ مگر وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ چونکہ آپ نہایت خوبصورت اور فرمانبردار فرزند تھے۔ اور بڑی آرزؤں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اس لئے ماں باپ کو آپ سے بے حد اُنس تھا۔ اور وہ کچھ نہ کہتے تھے۔ آپ اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے برابر سوالات کرتے رہتے مگر والدین خاموش رہتے۔ آذر چونکہ بُت فروش تھے اس لئے آپ کبھی کبھی بت فروشی کے لئے بازار تشریف لے جاتے اور یہ صدا لگاتے "ہے کوئی خریدار ایسی چیز کا جو نہ نقصان پہنچا سکتی ہے نہ فائدہ۔

اور کبھی ایسا ہوتا کہ آپ ان بتوں کی گردن کو پکڑ کر نہر فرات میں غوطہ دیتے اور ہنس کر فرماتے "پی لے" "پی لے" لوگ دیکھتے اور ان حرکتوں کو آپ کی کم سنی کا اقتضا سمجھ کر خاموش ہوجاتے۔ یا کبھی کبھی ڈانٹ دیتے۔

آپ جوں جوں بڑے ہوتے گئے رشد و فہم میں ترقی ہوتی گئی۔ غار میں مراقبے ہونے لگے۔ منازل تزکیہ طے کرنے کے بعد آپ خلعت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اب تو آپ نے علانیہ تبلیغ شروع کردی جس کا اثر یہ ہوا کہ لوگ خفیہ خفیہ دین ابراہیمی قبول کرنے لگے۔ اور بابل پر جو تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ دور ہوکر اسلام کی روشنی نمودار ہونے لگی۔ آپ کی تبلیغ اور بحث و مباحثہ سے کواکب پرستوں کے چھکے چھوٹ گئے تھے۔ وہ مبہوت و ششدر رہ گئے۔ اور ان کو اس کے سوا اور کوئی جواب بن نہ پڑا کہ چونکہ ہم اپنے ماں باپ کو ان کی پرستش کرتے ہوئے دیکھتے آرہے ہیں۔ اِس

لئے ہم بھی تقلیداً ان کی پوجا کرتے ہیں۔

بابل میں سال کے اندر ایک عید ہوا کرتی تھی۔ تمام قوم اس ملکی اور قومی میلہ میں شریک ہوا کرتی تھی۔ اور نمرودی جاہ و جلال کی پوری شان وشوکت سے مظاہرہ ہوتا تھا۔ چنانچہ عید کے روز قوم کے لوگ حضرت ابراہیمؑ کے پاس آتے اور کہتے "ذرا آج چل کر ہمارے خداؤں کا جاہ وجلال بھی تو دیکھ لو" آپنے بیماری کا بہانہ کر کے جانے سے انکار کر دیا۔ ادھر کلدانیوں نے پشت پھیری اور حضرت ابراہیمؑ نے دبی زبان سے کہا۔ خدا کی قسم، تم ذرا عید گاہ جاؤ واپس آؤ گے۔ تو دیکھنا میں تمہارے ان بتوں کا کیا علاج کروں گا۔ کچھ لوگوں نے آپ کے یہ الفاظ سن لئے تھے۔ مگر چنداں خیال نہ کیا حضرت ابراہیمؑ نے بابل کے شاہی مندر میں داخل ہو کر دیکھا کہ چھوٹے چھوٹے بت قرینہ سے دھرے ہوئے ہیں۔ اور اُن کے درمیان ایک تاج پوش بڑا بت کھڑا ہے۔ اور سب کے آگے قسم قسم کے لذیذ کھانے چنے ہوئے ہیں یہ نظارہ دیکھتے ہی فرمایا۔ کھاتے کیوں نہیں، پھر کدال سے کسی کا ہاتھ توڑا۔ کسی کا سر، کسی کی ناک اور کسی کی ٹانگ توڑی اور وہ کدال سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ اور باہر نکل آئے۔

کلدانیوں نے واپس آکر اپنے بتوں کی جب یہ درگت دیکھی تو آگ بگولا ہوگئے سب کا شبہ ابراہیمؑ پر گیا۔ آپ کو بلا کر استفسار کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا "یہ کام بڑے بت کا معلوم ہوتا ہے۔ یہ بت تو بولتے ہوں گے سب کچھ آپ ہی تبلا دیں گے۔ اس جواب سے کلدانی لاجواب ہوگئے بولے یہ بول ہی کب سکتے ہیں جو اپنی داستان مظلومی سنائیں۔

بت شکنی کا مقدمہ نمرود کی عدالت میں پیش ہوا وہاں بھی آپنے یہی جواب دیا اس نوعیت کے جواب اور انداز تخاطب سے نمرود بھی مبہوت رہ گیا اور حاکمانہ پوزیشن چھوڑ کر مناظرانہ حیثیت پر اُتر آیا۔ اس موقعہ پر حضرت ابراہیمؑ اور نمرود کے درمیان جو شاندار گفتگو ہوئی وہ تو قرآن پاک میں تفصیل سے موجود ہے۔

وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ۝ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۝ اِذْ قَالَ لِاَبِیْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِیْدُوْنَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِی النُّجُوْمِ ۝ فَقَالَ اِنِّیْ سَقِیْمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِیْنَ ۝ فَرَاغَ اِلٰۤى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝ فَرَاغَ عَلَیْهِمْ ضَرْبًۢا بِالْیَمِیْنِ ۝ فَاَقْبَلُوْۤا اِلَیْهِ یَزِفُّوْنَ ۝ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْیَانًا فَاَلْقُوْهُ فِی الْجَحِیْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَیْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

(پ ۲۳ ع ، سورۃ الصفت) (ر ۳ ع ، سورۃ الصفت)

ترجمہ۔ اور بے شک نوحؑ کی راہ والوں میں سے ابراہیمؑ ہیں۔ جب وہ اپنے رب کے پاس قلب سلیم لے کر آیا۔ اور جب اُس نے اپنے باپ اور قوم سے کہا کہ تم کیا پوجتے ہو؟ کیا جھوٹ بنائے ہوئے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو۔ پھر تم نے پروردگار عالم کے متعلق کیا خیال کیا ہے؟ پھر ایک بار تاروں میں نگاہ کی اور کہا کہ میں بیمار ہونے والا ہوں پھر وہ اس سے پیٹھ دے کر لوٹ گئے پھر ابراہیمؑ اُن کے بتوں میں جا گھسا۔ پھر تم کیوں نہیں کھاتے؟ تم کو کیا ہوا ہے۔ کہ نہیں بولتے؟ پھر اُن پر داہنے ہاتھ سے مارتا ہوا گھسا پھر لوگ گھبرائے ہوئے اُس پر دوڑ کر آئے۔ بولا کیوں پوجتے ہو جو تم تراشتے ہو اور اللہ نے تم کو اور جو تم بناتے ہو، بنایا۔ بولے اس کے واسطے ایک عمارت بناؤ (چنیو) پھر اُس کو آگ کے ڈھیر میں ڈالو پھر اُس پر بُرا داؤ چاہنے لگے۔ پھر ہم نے اُنہی کو نیچے ڈالا۔

بالآخر درباریوں کے مشورہ سے آپ کو شاہی بت خانے کی تحقیر کی سزا میں آگ میں جلانے کا حکم دیا گیا۔ میلوں تک لکڑیوں کا انبار لگا کر اُنہیں شعلہ بنایا گیا۔ آگ کا ایک قہار سمندر لہریں مار رہا تھا۔ چاروں طرف دشمنوں کا ہجوم تھا۔ نمرود نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنے پاس بلا کر کہا اب بھی اپنے عقائد سے باز آجاؤ۔ ورنہ آگ کا یہ قہار سمندر تم کو بھسم کر دے گا۔ اور پھر دیکھوں گا۔ کہ تمہارا رب تمہیں کیسے بچائے گا؟ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ کہ مجھے موت کا خوف ایمان کی دولت سے محروم کر دے رہا ربّ کے بچانے کا سوال اس کے متعلق کچھ نہیں کہتا میں بندہ ہوں اور وہ آقا جو مناسب سمجھے گا کرے گا۔ حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا گیا۔ رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور قہار آگ گلشن بن گئی۔ اس منظر کو دیکھ کر نمرود دل سے معترف ہوگیا۔ مگر جو شعلہ اس کے قلب میں چمکا تھا۔ وہ ہوس و اقتدار کی آندھیوں میں بجھ کر رہ گیا۔ کہنے لگا "ایک مدت تک خدائی دعوای کرنے کے بعد تجھ پر ایمان لانا میری شان کے خلاف ہے۔ اس کے بعد نمرود آپ سے کچھ نہ بولا اور اس طرح کلدانیوں میں دین الٰہی سرعت سے پھیلنے لگا۔ اور ہر طرف سے لا الٰہ الا اللہ کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

کچھ مدت کی تبلیغ کے بعد جب دین ابراہیمی کو اقتدار حاصل ہو گیا۔ تو آپ کو ہجرت کا حکم ہوا اور آپ حرّان پہنچے اور بادشاہِ حرّان کی بیٹی ایمان لے آئیں اور اس شرط پر آپ سے نکاح کر لیا کہ اُن کی اجازت کے بغیر آپ دوسرا نکاح نہ کریں گے اور اگر کریں گے تو میرا حکم ناطق ہوگا یہاں سے آپ ارض کنعان میں پہنچ کر اُس جگہ مقیم ہوئے جہاں آج کل بیت المقدس واقع ہے۔ یہاں آپ کو بشارت دی کہ تم کو ملک و مال عطا کیا جائے گا۔ اور تمہاری نسل کو بھی ترقی دی جائے گی۔ ارض کنعان میں سخت قحط پڑا اور آپ وہاں سے بحکم خداوندی مصر چلے گئے۔

فرعونِ مصر بالعموم حسین عورتوں کو چھین کر عیش و عشرت منایا کرتا تھا شاہِ حرّان کی بیٹی حضرت سارہؓ بھی آپ سے چھین لی گئیں۔ لیکن فرعون اپنے خلوت کدہ میں اُن پر قابو نہ پا سکا۔ جب ہاتھ بڑھاتا تو ہاتھ سوکھ جاتا اور پھر ان کی دعا سے صحت ہو جاتی۔ آخر اس کے قلب پر ان کی پاکبازی کا نقش مُرتسم ہوگیا اور وہ باعزاز تمام واپس پہنچا دی گئیں۔ اور فرعون نے ہاجرہ نامی باندی بھی ساتھ بھیج دی۔

ابراہیمؑ یہاں سے پھر کنعان واپس آئے۔ دس برس کا انتظار کر کے آپ نے حضرت ہاجرہؓ سے نکاح کیا۔ اُن کے بطن سے حضرت اسمٰعیلؑ پیدا ہوئے۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش پر جب آپ کو بشارت دی گئی کہ بچہ ایک بڑے سلسلہ کا سردار اور مُورث ہوگا تو حضرت سارہؓ کو قدرتاً رشک پیدا ہو گیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ آپ حضرت ہاجرہ کو ان کے بیٹے سمیت گھر سے کہیں باہر چھوڑ آئیے۔ آپ چونکہ حضرت

سارہ سے بوقت نکاح عہد کر چکے تھے کہ ان کا فیصلہ ناطق ہوگا۔ اور وحی خداوندی سے بھی اس کی پابندی کا حکم ہوا تھا۔ اس لئے آپ ایک خچر پر سوار ہو کر تھوڑا زادراہ لے کر اس جگہ پہنچے جہاں اب مکہ معظمہ آباد ہے۔ یہ مقام اس زمانہ میں بے آب و گیاہ اور چٹیل میدان تھا بہ حکم خداوندی آپ وہیں ٹھہر گئے اور واپس جاتے وقت آپ نے خدا سے ان کے لئے دعا فرمائی بے آب و گیاہ صحرا میں حضرت اسمٰعیلؑ پر تشنگی غالب ہوئی۔ حضرت ہاجرہ بے قرار ہو کر پانی کی تلاش میں صفا اور مروہ کی پہاڑیوں پر اس انداز سے دوڑنے لگیں کہ کبھی دوڑ کر اس پہاڑی پر چلی آتیں اور کبھی دوسری پہاڑی پر پہنچ جاتیں۔ حضرت اسمٰعیلؑ شدت تشنگی سے ایڑیاں رگڑ رہے تھے کہ اس مقام سے چشمہ جاری ہو گیا۔ جو اب تک زمزم کے نام سے موجود ہے۔ اور تاقیامت موجود رہے گا۔ چشمہ کا جاری ہونا تھا کہ مسافر قبیلے اُس کے آس پاس آباد ہو گئے۔ اور وہ لق و دق صحرا ایک اچھی خاصی آبادی بن گیا۔

حضرت ابراہیمؑ حضرت سارہ کی اجازت سے کبھی کبھی تشریف لایا کرتے تھے جب حضرت اسمٰعیل جوان ہو گئے تو بہ حکم خداوندی بیت اللہ تعمیر کیا۔ اور بیت اللہ سے فراغت پا کر مکہ معظمہ کی ایک بلند پہاڑی پر کھڑے ہو کر آپ نے بحکم خداوندی اعلان کیا۔

"لوگو! اللہ تعالےٰ نے تمہارے واسطے ایک گھر بنا دیا ہے اور تمہیں اس کی زیارت اور حج کی دعوت دی ہے۔ اے لوگو! اس دعوت پر لبیک کہو۔ اور اس کی زیارت کے لئے آؤ۔"

اس اعلان کو سن کر لوگ چاروں طرف سے بیت اللہ کی زیارت کو چل پڑے اور حج بیت اللہ دنیا کی ایک عظیم الشان تقریب بن گئی۔

اسلام نے اس ابراہیمی سنت کو باقی رکھا۔ ہر سال لاکھوں مسلمان حج کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ اس طرح حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور اللہ تعالےٰ کا وعدہ پورا ہو رہا ہے۔ اور قیامت تک ہر سال لاکھوں زائرین بیت اللہ کی زیارت شوق و عقیدت سے کرتے رہیں گے دنیا اس حقیقت پر ہمیشہ سے گواہی دے رہی ہے۔

وَ اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّ عَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ٥ (پ ۱۷ - سورہ حج)

ترجمہ:- اور لوگوں کو حج کے واسطے پکار، کہ تیری طرف پیادہ پا اور دُبلے دُبلے اونٹوں پر سوار ہو کر چلے آئیں دُور کی راہوں سے۔

جب کعبہ تعمیر ہو گیا تو ایک پہاڑ پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے پکارا۔ کہ لوگو! تم پر اللہ نے حج فرض کیا ہے حج کو آؤ۔ حق تعالےٰ نے یہ آواز ہر طرف ہر ایک روح کو پہنچا دی۔ (بلا تشبیہ جیسے آج کل ہم امریکہ یا پاکستان میں بیٹھ کر لندن کی آوازیں سن لیتے ہیں) جس کے لئے حج مقدر تھا۔ اس کی روح نے لبیک کہا وہی شوق کی دبی ہوئی چنگاری ہے کہ ہزاروں آدمی پا پیادہ تکلیفیں اٹھاتے ہوئے حاضر ہوتے ہیں اور بہت سے اتنی دور سے سوار ہو کر آتے ہیں کہ چلتے چلتے اونٹنیاں تھک جاتی اور دُبلی ہو جاتی ہیں۔ یہ گویا اُس دعا کی مقبولیت کا اثر ہے جو حضرت ابراہیمؑ نے کی تھی۔

اصل مقصد تو دینی و اُخروی فوائد کی تحصیل ہے۔ مثلاً حج اور عمرہ اور دوسری عبادات کے ذریعہ حق تعالےٰ کی خوشنودی حاصل کرنا اور روحانی ترقیات کے بلند مقامات پر فائز ہونا۔ لیکن اس عظیم الشان اجتماع کے ضمن میں بہت سے سیاسی، تمدنی اور اقتصادی فوائد بھی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔

ایام معلومات سے ذی الحجہ کا پہلا عشرہ اور تین دن قربانی کے مراد ہیں۔ بہر حال ان ایام میں ذکراللہ کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ان دنوں میں بہترین عمل یہی ہے کہ اللہ کے نام پر جانوروں کو ذبح کیا جائے۔

نوٹ

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

چٹ پر سرخ نشان آپ کے چندہ ختم ہونے کی نشانی ہے۔

امام اہلسنت حضرت مولانا
عبدالشکور لکھنویؒ

نور محمد انور

اے امام اہلسنت اے چراغ علم دیں
خون روتا ہے جدائی سے تری قلب حزیں
تھی محبت تجھ کو صدیقؓ و عمرؓ و عثمانؓ سے
اور علی المرتضیٰؓ شیر خدا ذی شان سے
تو نے ان کی منقبت میں زندگی کر دی تمام
ہر گھڑی لاریب تجھ پر تھا خدا کا لطف عام
تجھ کو بخشا تھا خدا نے اس قدر زور قلم
کر دیا تو نے نگوں سر شرک و بدعت کا علم
اے فدائے دین حق اے اہلسنت کے چراغ
عمر بھر مٹنے نہ پائیں گے تری رحلت کے داغ
الوداع اے قاطع کفر و ضلالت الوداع
الوداع اے حامی حق و صداقت الوداع
الوداع اے عالم دین خدا، ذی افتخار
الوداع اے عاشق شاہ امم شیدائے اصحاب کبارؓ
ہے دعا حق میں ترے انور کی یہ صبح و مسا
بارش انوار ہے تیری تربت پر سدا

از ابن النور

بکرے کی فریاد

عید کی نماز پڑھ کر لوٹے تو قربانی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ قصاب بھی آگیا اور اس دنبے کو جسے ہم نے سال بھر بڑی محنت اور محبت سے پالا تھا۔ سنت ابراہیمی کی تکمیل کے لئے نیچے لٹا دیا گیا۔ بکرے نے جب یہ غیر متوقع سلوک دیکھا تو اس نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے گھر کے ایک ایک فرد کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اچانک اس کی نگاہ قصاب کی چمکتی ہوئی چھری پر پڑی۔ تو اسے اپنا مقدر نظر آنے لگا۔ بکرا کچھ زیادہ ہی حساس واقع ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ وہ خدا کے حضور سراپا التجا بن گیا۔

اے خالقِ دو جہاں

یہ مسلمان بھی عجیب مخلوق ہیں یہ مہنگائی کے اس دور میں جب کہ انہیں امریکی گندم مہنگے داموں خرید کر کھانی پڑتی ہے۔ جب کہ ہر ماہ بچوں کے لئے سکول کی فیس کے مطالبہ پر گھر میں لڑائی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اور جب کہ بیمار بچے کی دوا کے لئے اکثر ان کے پاس پیسے نہیں ہوتے۔ وہ بڑی بڑی رقمیں دے کر میرے ہزاروں بھائی خریدتے انہیں بڑے پیار سے پالتے اچھے سے اچھا دانہ اور بہتر سے بہتر چارا کھانے کو دیتے ہیں۔ سال بھر ہماری خدمت کرتے ہیں۔ اور آخر میں بڑے خلوص سے ہمارے گلے پر تیز چھری پھیر دیتے ہیں۔

اے کون و مکان کے مالک

میں جانتا ہوں کہ مسلمان ایک جذبہ ایثار سے سرشار ہو کر ایسا کرتے ہیں۔ سنت ابراہیم کو زندہ کرنا ان کا مقصود نظر ہے۔ اگر خدا کے جلیل القدر نبی کے بیٹے کے حلق پر رضائے الٰہی کے لئے چھری چل سکتی ہے۔ تو مجھ جیسے ناچیز کو سنت ابراہیم پر قربان ہو جانے میں کیا عذر ہو سکتا ہے

اے قادرِ مطلق

لیکن گناہ معاف کیا جائے۔ تو میں عرض کروں۔ کہ اب سنت ابراہیم کی تجدید کو ایک نمائشی رسم کی شکل دے دی گئی ہے۔ اور ان تمام فرائض کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ جو اس سنت مقدسہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اب ہمارے گلے پر چھری اس لئے نہیں چلتی کہ مسلمان سنت ابراہیم پورا کرنے کی تڑپ رکھتے ہیں بلکہ ہمیں اب تختہ مشق اس لئے بنایا جاتا ہے۔ کہ اپنوں اور غیروں میں ناک اونچی رہے۔ اور لوگوں میں رسوائی نہ ہو۔

اے اللہ! قربانی محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ مسلمانوں کے قلوب اس کی روح سے یکسر خالی ہو چکے ہیں۔

یا رب قدیر

میری یہ بات اگرچہ تلخ ہے۔ لیکن سو فیصدی درست ہے۔ میری دانست میں سنت ابراہیمی مسلمانوں کے لئے ایک سرمدی سبق اپنے اندر رکھتی ہے۔ رضائے مولا از ہمہ اولیٰ کا درس روح اس میں پنہاں ہے۔

عشق الٰہی کی تڑپ اپنی بیقراری کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ایک عزم جانفروش کی یادگار ہے۔ کہ انسان اپنی قیمتی سے قیمتی چیز اپنے پیدا کرنے والے کی مرضی کے مطابق قربان کرنے کا عہد تازہ کرتا ہے۔

وہ اللہ رب العزت سے وعدہ کرتا ہے کہ اپنا مال و متاع ـــــ اپنی خواہشات اپنی تمنائیں ـــــ اپنے افکار و خیالات ـــــ اپنی آل اولاد حتی کہ اپنی جان تک اللہ کی رضاء پر نثار کر دے گا۔

یہی نہیں بلکہ اپنے آپ کو ایک سانچہ میں ڈھال لے گا۔ کہ تیرے احکام کی خلاف ورزی کا تصور تک ذہن میں نہ پیدا ہو بلکہ انسان سراپا اطاعت خداوندی کی مکمل تصویر بن جائے۔

اے خدائے ذوالجلال

لیکن کیا موجودہ دور کے مسلمان قربانی کے اس پہلے سے تصور سے بھی آشنا ہیں۔ تو سمیع بصیر ہے۔ اور خود دیکھتا ہے کہ مسجد میں الصلوٰۃ خیر من النوم کی صدا گونجتی ہے۔ لیکن مسلمان غفلت کی گود میں گہری نیند سوتے ہیں۔ ع

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے

لیکن سینما گھروں میں تل دھرنے کو جگہ نہیں ہوتی۔

ہمسائے کے بچے بھوک سے بلکتے ہیں۔

لیکن مسلمانوں کے کتے دودھ اور ڈبل روٹی کا ناشتہ کرتے ہیں اور ڈکار تک نہیں لیتے۔

تاج کمپنی کے چھپے ہوئے قرآن مجید کا خوبصورت نسخہ گلدستہ طاق بنا ہوا ہے۔

اور گھر میں ریڈیو کے توسط سے عشقیہ اور حیاسوز گانوں کی تانیں اڑائی جا رہی ہیں۔

بچے بغدادی قاعدے کی بجائے فلمی راگ الاپ رہے ہیں

مائیں نت نئے فیشنوں میں گرفتار ہو کر بے غیرتی اور بے حیائی کا مظاہرہ کرنے میں جابدست نظر آتی ہیں۔

لڑکے اور لڑکیاں کالجوں میں تعلیم کے نتیجہ میں مذہب نا آشنا ہو گئے ہیں۔

تاجر بلیک مارکیٹ میں ضروریات زندگی کی دگنی تگنی قیمتیں وصول کر کے کروڑ پتی بننے کی فکر میں ہیں

حکام رشوت خوری کے ذریعہ اپنی تنخواہوں سے کئی گنا زیادہ آمدنی پیدا کرنے کی فکر میں لگے جا رہے ہیں۔

سمگلنگ اور چوربازاری کے ذریعہ آسانی سے دولت پیدا کرنے کی نئی نئی راہیں تلاش کی جا رہی ہیں

اے رب العالمین

کیا یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے ہو رہا ہے۔ کیا یہ سب تیرے احکام کے عین مطابق ہے کیا قربانی و ایثار کا مفہوم یہی ہے۔

کیا رحمت کائنات کی امت اسی فریضہ کی انجام دہی کے لئے پیدا کی گئی تھی۔ کیا ظلم و عدوان سے کمائی ہوئی دولت سے ایک بکرا خرید کر تیری رضا حاصل کی جا سکتی ہے۔ کیا دن میں تین تین مرتبہ سینما شو دیکھنے والا اور اللہ کے گھر سے گریزاں غفلت و سرکشی کی ساری سنتیں تازہ کر کے اور کوچہ حبیب سے روگردانی کرنے والا سال بھر میں ایک دنبہ ذبح کر دے تو تیری رضا کا تمغہ حاصل کر سکتا ہے۔

اے اللہ اس آخری امت کو بھی عطا کر۔

شعائر اسلامی کی حفاظت کی توفیق عطا فرما۔

اکل حلال اور صدق مقال کی دولت سے مالامال کر

(باقی ۶ پر)

ایم عبدالرحمن لودھیانوی (شیخوپورہ)

کعبہ کی فضیلت اور تاریخ

اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو جو بزرگی کا گھر ہے لوگوں کے قیام کا سبب بنایا ہے

(۳)

دوسری دفعہ ملاقات کیلئے عرب میں آنا

دوبارہ پھر اُسی شرط پر حضرت ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ کو ملنے کے لئے آئے۔ دوسری بیوی نے نہایت خاطر تواضع کی معاش کے بارہ میں شکرگزاری کی اور اُن سے کہا کہ حضرت آپ ٹھہریئے۔ اُنہوں نے عذر کیا۔ اور چلتے وقت یہ کہا کہ اپنے خاوند سے میرا سلام کہنا۔ اور یہ کہنا۔ کہ چوکھٹ اچھی ہے۔ اس کو رہنے دو۔ شام کو اسمٰعیلؑ آئے تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیمؑ تھے۔ اور اس معمّہ کے معنی بتلائے کہ میں تجھ کو ہمیشہ رکھونگا

تیسرا سفر برائے تعمیر کعبہ

تیسری بار کچھ عرصہ تک رہنے کی اجازت لے کر پھر حضرت ابراہیمؑ آئے اور گھر میں ٹھہرے اسمٰعیلؑ سے ملاقات ہوئی۔ باپ بیٹا گلے لگ کر بڑی دیر تک روتے رہے ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ سے کہا کہ خدا نے مجھ کو کعبہ کی تعمیر کا حکم دیا ہے۔ اگر تو مجھ کو مدد دے تو بہتر اُنہوں نے عرض کیا بسروچشم حاضر ہوں۔ پس ابراہیم کو اُس جگہ کی تعین معلوم نہ تھی۔ خدا کی طرف سے ایک ابر اُسی مقدار کا کہ جس قدر تعمیر کعبہ مقصود تھی۔ نمودار ہؤا۔ اور وہ ایک جگہ پہ ٹھہر گیا۔ ابراہیمؑ نے اُسی مقدار پہ کعبہ بنایا۔ یعنی ایک لمبا چوکھونٹا مکان جس کا عرض مشرقی جانب سے یعنی حجر اسود سے رکن یمانی تک ۲۰ گز تھا اور مغربی جانب رکن یمانی سے لے کر رکن غربی تک بائیس گز۔ اور طول میں شمالی دیوار حجر اسود سے رکن شامی تک ۳۲ گز لمبی اور جنوبی دیوار رکن غربی سے لے کر رکن یمانی تک ۳۱ گز تھی۔ اور اس کی بلندی نو گز تھی۔ اور دروازہ کی کچھ کرسی نہ تھی۔ حضرت ابراہیمؑ تعمیر کرتے اور حضرت اسمٰعیلؑ پتھر اور گارا دیتے جاتے تھے۔ اور یہ پتھر جس کو کہ مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ بطور باڑ کے تھا۔ اس پہ چڑھ کر چنتے تھے۔

حجر اسود

واضح ہوکہ رُکن خانہ کعبہ کے گوشوں کا نام ہے۔ اس چوکھونٹے مکان کے چار گوشے ہیں۔ اور ہر ایک کونہ کا ایک نام ہے۔ جنوب و مشرق کے رخ باہر کی جانب دو ڈیڑھ گز کی بلندی پر ایک کونہ میں ایک سیاہ گول پتھر توے کے برابر لگا ہوا ہے۔ اس کو حجر اسود کہتے ہیں۔ اور جنوب و غرب میں بلندی قد آدم پہ ایک سُرخی نما پتھر کا ٹکڑا ہے۔ اس کو رکن یمانی کہتے ہیں اور شرقی و شمالی کونہ کا نام رکن شامی ہے۔ اس لئے کہ یہ ملک شام کی طرف ہے۔ اور دوسرے کو غربی کہتے ہیں۔

ایک مدت کے بعد جب حضرت ابراہیمؑ کا بنایا ہوا مکان پہاڑی نالہ کے سبب گر گیا۔ تو بنی جرہم نے پھر اُس کو اُسی طور سے تعمیر کیا (عمالیق بنی حمیر کا ایک قبیلہ تھا) اس کے بعد جب یہ عمارت بھی ٹوٹ پھوٹ گئی۔ تو قصی بن کلاب نے اس کو بنایا اور اس کی چھت لکڑیوں سے پاٹ دی اور اس پر سیاہ غلاف ڈال دیا۔ یہ عمارت مدت تک رہی یہاں تک کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر دس بارہ برس کی ہوگی۔ کہ ایک عورت نے پردۂ کعبہ کے پاس بخور روشن کرنا چاہا تو پردہ میں آگ لگ گئی۔ پھر قریش نے چاہا کہ اس عمارت کو ازسرنو تعمیر کریں۔ ان دنوں میں قحط سالی تھی۔ قریش نے کعبہ تو تعمیر کیا۔ مگر اس میں کئی ردوبدل کردئے

(۱) یہ کہ حطیم کی جانب سے کئی گز زمین چھوڑ کر کعبہ کی غربی دیوار اٹھائی۔

(۲) یہ کہ دروازہ کی چوکھٹ تخمیناً دو گز اونچی کرکے لگائی تاکہ ان کی مرضی کے بغیر ہر شخص کعبہ میں اچھی طرح داخل نہ ہوسکے۔

(۳) کعبہ کے اندر لکڑی کے دوستونوں کی دو قطاریں قائم کیں۔ ہر ہر قطار میں تین تین ستون تھے چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا۔ اور کعبہ کے اندر داخل ہوکر نماز پڑھی تو انہیں ستونوں کے بیچ میں پڑھی تھی۔

۴۔ یہ کہ دیواروں کو دو چند بلند کردیا

۵۔ یہ کہ رکن شامی کے قریب کعبہ کی چھت پر چڑھنے کے لئے زینہ بھی بنایا۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے مکہ معظمہ میں غلبہ و شوکت کے ساتھ تشریف لائے۔ تو جس قدر اہل مکہ نے کعبہ کے اندر اور اس کے آس پاس ابراہیمؑ اسمٰعیلؑ اور دیگر اشخاص کی مورتیں رکھ چھوڑی تھیں۔ سب کو نکال کر پھینک دیا۔ اور توڑ دیا۔ یہ بت ہمیشہ سے نہ تھے۔ بلکہ عمر بن لحی کے عہد سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تخمیناً تین سو سال پیشتر تھا۔ اور اس وقت کعبہ بنائے قریش پر قائم تھا۔ ایک بات رہ گئی۔ وہ یہ کہ جب قریش کعبہ کی تعمیر کرچکے۔ اور حجر اسود کو لگانا چاہا۔ تو باہم اختلاف ہوا۔ ہر شخص کہتا تھا۔ کہ میں اس کو اپنے ہاتھ سے قائم کروں سب نے متفق ہو کر یہ امر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس کو ایک چادر پر رکھ لو اور اس چادر کو ہر رئیس ہاتھ سے اٹھائے چنانچہ سب اس بات پر بڑے راضی ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار عائشہؓ سے کہا کہ میرا دل چاہتا ہے۔ کہ میں کعبہ کو پھر قدیم بنیاد پر بناؤں اور دروازہ زمین سے ملا دوں۔ اور دو دروازے رکھوں ایک سے لوگ داخل ہوا کریں۔ اور دوسرے سے خارج اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے۔ پھر عبداللہ ابن زبیر خلیفہ ہوئے۔ اور انہوں نے یہ حدیث اپنی خالہ عائشہ رضؓ سے سُنی تو حضرت کے ارادہ کو پورا کر دیا۔ یعنی بدستور قدیم کعبہ کو ازسرنو بنایا اور دو دروازے رکھے۔ ۲۶ر رجب

سنہ ۶۵ھ میں اس تعمیر سے فراغت پائی۔

اس کے تھوڑے دنوں بعد بنی امیہ کا دور دورہ ہوگیا۔ اور حجاج بن یوسف نائب عبدالملک بن مروان کو عبداللہ بن زبیر کی تعمیر نا پسند ہوئی اس نے کعبہ کو گرا کر پھر بنیاد قریش پر بنایا اور صرف ایک دروازہ مشرقی جانب رکھا۔ اور اندر سے قد آدم بھرت ڈال کر اونچا دروازہ لگایا۔ اور ایک ٹکڑہ طولانی جانب میں سے اسی طرح باہر رکھا۔ جس کو حطیم کہتے ہیں۔ یہ تعمیر ۷۴ھ میں ہوئی۔ پھر بنی عباس کے عہد میں ہارون رشید نے بنائے عبداللہ بن زبیر پر کعبہ بنانے کا قصد کیا۔ مگر علماء نے منع کیا کہ بار بار بنانا اور گرانا کھیل ہو جائے گا۔

بنائے حجاج سلطان مراد بن احمد خان سلطان قسطنطنیہ کے عہد تک قائم رہی اور شاہان اسلام اُسی عمارت کی مرمت کرتے رہے۔ مگر یہ عمارت جب بہت پرانی ہوگئی تو ۱۰۴۰ھ میں سلطان مراد نے کعبہ کی تعمیر کا ارادہ کیا۔ اور اُس کونہ کے سوا جس میں حجر اسود لگا ہوا ہے۔ سب کو گرا کر پھر نئے سرے سے بنیاد حجاج کے موافق کعبہ کو بنایا اندر سنگ مرمر کا فرش بچھایا اور اندر کی دیواروں میں بھی اکثر سنگ مرمر لگا ہوا ہے۔ دو صفیں عمدہ لکڑی کے ستونوں کی ہیں۔ ایک ایک صف میں تین تین ستون اور اندر سے چھت پر نفیس مخملی چھت گیری ہے۔ اوپر سے کچھ باہر کی دیواریں سنگ خارا سے چونہ میں چُنی ہوئی ہیں لیکن لپائی شدہ نہیں۔ مگر نہایت نفیس ریشمی سیاہ پردہ تمام کعبہ پر پڑا رہتا ہے۔ جس پر بخط ثلث کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر کیا ہوا ہے۔ اور نصف طول سے اوپر کئی بالشت چوڑا پٹکا زرکاری حروف سے لکھا ہوا ہے۔ اس میں سلطان وقت کا نام بھی لکھا ہوتا ہے۔ یہ پردہ ہزار ہا روپے کی تیاری سے مصر میں بنتا اور ہر سال بڑی شان و شوکت کے ساتھ آتا ہے۔ جو دیکھنے سے متعلق ہے اور گزشتہ سال کا پردہ اراکین سلطنت کو مل جاتا ہے۔ اُن سے اہل اسلام تبرک کے طور پر لاتے ہیں۔

حطیم کا بیان

کعبہ کا وہ ٹکڑا جو قریش نے تعمیر میں چھوڑ دیا تھا۔ اب تک چھوڑا ہوا ہے اور ایک قوسی شکل سے سنگ مرمر کی دیوار تخمیناً گز بھر اونچی بطور نمونہ قدیم بنیاد پر بنی ہوئی ہے۔ اور اس کو حطیم کہتے ہیں یہ تھوڑی سی جگہ ہے۔

میزاب اُسی طرف کعبہ کا سنہری پرنالہ پڑتا ہے کہ جس کو میزاب کہتے ہیں یہاں انسان کی دعا اکثر قبول ہوتی ہے۔ اور اس میں ایک بھید ہے۔ جس کے بیان کرنے کا یہاں موقع نہیں کعبہ کے آس پاس دس بارہ قدم کے فاصلہ تک ہموار زمین ہے۔ اس پر بھی سنگ مرمر کا فرش ہے۔ اس کو مطاف کہتے ہیں۔ یعنی اس فرش پر لوگ کعبہ کے ارد گرد طواف کرتے ہیں۔ اور اس کے اخیر میں بے شمار قمقموں کا حلقہ ہے وہ رات کو روشن کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد پھر چاروں طرف بڑا کشادہ صحن ہے اور اس میں سیاہ کنکریوں کا فرش ہے۔ مگر وہ زمین گاؤ دم ہے۔ یعنی جوں جوں یہ صحن پھیلتا جاتا ہے۔ اتنا ہی اونچا ہوتا جاتا ہے۔ پھر اس کے آخر میں چوطرفہ کئی کئی درجہ کے والان بنے ہوئے ہیں جن کے سنگ مرمر کے ستون ہیں۔ اور اوپر چھوٹے چھوٹے قبے بنے ہوئے ہیں۔ پھر ان دالانوں کے باہر کی دیواریں اور دروازے بازار کی طرف بھی ہیں۔ مگر باہر کے دروازہ سے جو اندر کی طرف دیکھو تو تمام حرم پاک ایک حوض یا تالاب سا بستی میں معلوم ہوتا ہے۔ اس تمام عمارت کو حرم کعبہ کہتے ہیں۔ یہ لاکھوں روپیہ کی عمارت سب سلطان مراد کی بنائی ہوئی ہے۔ (تفسیر حقانی)

محمد امین ہیڈ ماسٹر بورسٹل جیل لاہور

ملکہ ایران کا پیغام ۔ خواتین پاکستان کے نام

کسی پاکستانی خاتون نے ملکہ فرح دیبا کو ایک خط لکھا جس میں ان سے پوچھا کہ انہوں نے اپنے بالوں کا سٹائل کس طرح بنایا ہے ملکہ نے جواب تحریر فرمایا۔ میرے بالوں کا سٹائل قدرتی ہے اور ساتھ ہی ایک مشورہ دیا جو سنہری حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ آپ نے لکھا۔ کہ پاکستانی خواتین کو فیشن کی دلدادہ اور آرائش و زیبائش کا فریفتہ نہیں ہونا چاہئے اس سے قومی کردار انحطاط پذیر ہوتا ہے۔ اور جو قوم اندھا دھند نقالی میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ وہ تباہی کے گڑھے میں جا گرتی ہے محنت۔ سادگی اور کفایت شعاری زندہ قوموں کے نشان ہیں۔ اور تعیش۔ عشرت اور فیشن پرستی قومی موت اور غلامی کے پیش خیمہ۔ واقعی کسی ملک و قوم کی بقا محنت اور سادگی میں ہے عیش و عشرت اور تن آسانی میں نہیں

ہم مسلمان ہیں۔ مسلمان پیدا ہوئے اور مسلمان مرنے کی تمنا ہے۔ ہمیں اپنے بزرگوں سے والہانہ عقیدت ہے۔ اور ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اسی پر ہم فخر کرتے ہیں۔ لیکن اگر ان کے نام پر فخر کے ساتھ ساتھ ہم ان کے کارناموں کو بھی اپنانے لگیں تو ہمارا دین اور دنیا دونوں سنور سکتے ہیں۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ کو بہت زیادہ کام کرنا پڑتا ہے۔ چکی سے ہاتھوں پر چھالے اور پانی کے مشکیزے کی وجہ سے کندھوں پر نشان پڑ گئے ہیں۔ گھر کی صفائی اور گرد و غبار سے آپ کے کپڑے بہت جلد میلے ہو جاتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور ان کی پرورش پر اثر پڑتا ہے۔ آپ کے ابا جان (رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کچھ غلام آئے ہیں۔ آپ بھی جا کر ایک خادم مانگ لائیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایما پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جاتی ہیں۔ لیکن دیکھتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے احباب بیٹھے ہیں۔ اس لئے آپ شرم سے واپس لوٹ آتی ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے واپس لوٹ آنے کی وجہ دریافت فرماتے ہیں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ سارا ماجرا سنا دیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت شفقت اور عزت سے بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں" فاطمہؓ! آپ کو دنیا کی سرداری منظور ہے۔ یا آخرت کی"۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ابا جانؐ آخرت کی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

کہ اگر آخرت کی سرداری منظور ہے۔ تو ہر نماز کے بعد ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ لیا کریں۔

اللہ! اللہ! کہاں خادم لینے کی خواہش اور وہ بھی جب عام لوگوں کو مل رہے ہوں اور کہاں نماز کے بعد کا وظیفہ جو جنت کی سرداری کا تمغہ۔ ایک وہ تھے جنہوں نے محنت۔ سادگی اور رضائے مولا کو اپنا شعار بنایا۔ ایک ہم ہیں۔ کہ رات دن نت نئے فیشن کی تلاش ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی اہلیہ فاطمہؓ خلیفہ عبدالملک کی بیٹی تھیں۔ مگر جب حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہوتے ہیں۔ تو ان کی بیوی فاطمہؓ اپنے تمام زیورات۔ جاگیر اور جہیز کا سامان قوم کی ضروریات اور غرباء کی پرورش کے لئے بیت المال میں جمع کرا دیتی ہیں اور پھر وقت بھی آیا۔ کہ ایک دفعہ عید کے موقعہ پر ان کے لاڈلے بچے پرانے کپڑوں میں نماز عید ادا کرنے گئے۔ کیونکہ نئے کپڑے بنوانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

مجھے اعتراف ہے کہ یہ تقویٰ کی مثالیں ہیں اور عوام اس کے مکلف نہیں کئے گئے۔ لیکن اسراف سے عوام کو بھی حکماً روکا گیا ہے۔ کلوا واشربوا ولا تسرفوا ان اللہ لا یحب المسرفین ہ پارہ ۸ ع

ترجمہ۔ کھاؤ۔ پیو مگر اسراف (فضول خرچی) نہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا

فیشن پرستی زیادہ آرائش و زیبائش اور نمائش سب اسراف ہے۔ یہ اسراف خوراک پوشاک۔ عمارت۔ ٹھاٹھ باٹھ اور فیشن پرستی سب میں شامل ہے۔ اور فیشن پرستی زندہ قوموں کا شعار نہیں۔ جس گھر۔ قوم اور ملک کے لوگ عیش و عشرت میں پڑ جاتے ہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ وہ چند ہی دن میں تباہ و برباد ہو جاتے ہیں۔ ادبار اور غلامی ان پر چھا جاتی ہے۔ جامی رحمۃ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

عشرت کا ثمر تلخ سدا ہوتا ہے
ہر قہقہہ پیغام بکا ہوتا ہے
جس قوم کو عیش دوست پاتا ہوں میں
کہتا ہوں کہ اب دیکھئے کیا ہوتا ہے

دور نہ جائیے۔ کل کی بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے ہم پر بڑا احسان کیا۔ ۱۹۴۷ء کو ذہن میں رکھیں۔ خدا تعالیٰ نے آزادی بخشی۔ حکومت۔ تجارت۔ زراعت اور اس قسم کی بے شمار نعمتوں سے ہمیں مالا مال کر دیا۔ ایک وسیع اور پاک خطۂ ارض عطا فرمایا ہر پاکستانی کی حالت آزاد ہونے کے بعد اب ہر طرح اچھی ہے۔ ذرا گریباں میں منہ ڈالیں یا بزرگوں سے پوچھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی نعمت اور اچھی حالت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔

وان تعدو نعمت اللہ لا تحصوھا ہ

ترجمہ۔ اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو نہیں گن سکتے۔

کیا اس کا شکرانہ یہی فیشن کی لت ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ تو اپنے دائیں بائیں غریبوں کی امداد میں خرچ کریں۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ کہ خدا تعالیٰ کو غیرت آئے۔ اور بنا بنایا کام بگڑ جائے۔ اور کفران نعمت کی سزا مل جائے۔

اصل میں ہم روز بروز دین سے بیگانہ اور فیشن کے دلدادہ ہوتے جا رہے ہیں اور یہی دین سے بیگانگی ہمیں اخلاقی پستی کی طرف لے جا رہی ہے۔ مزید برآں ہم تقابلی بھی برائی کیا کرتے ہیں۔ نیکی کی نقل نہیں کرتے یہ ہماری انتہائی پستی کی دلیل ہے

ع ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

تربیت اولاد والدین کا فرض ہے۔ اور ہر شخص اپنی اولاد کو اچھی حالت میں دیکھنے کا متمنی ہے۔ ایک بُرا انسان بھی اپنی اولاد کے لئے برائی گوارا نہیں کرتا بچے بڑے نقال ہوتے ہیں۔ والدین یا گردو پیش میں جو کچھ دیکھتے ہیں اسی طرح کرتے ہیں جن بچوں کے والدین فیشن کے دلدادہ ہوں گے۔ ان کی اولاد ان سے چار قدم آگے ہوگی۔ پھر تربیت اولاد میں بھی ماں پہلے آتی ہے۔ ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے۔ آپ ہی اندازہ کریں۔ جو بچے فیشن پرست ماں کی گود میں پرورش پائیں گے وہ بڑے ہوکر کیا گل کھلائیں گے

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری سالوں میں کافی وسعت تھی۔ لوگ تجارت اور غنیمت سے کافی مالا مال تھے۔ مگر امہات المومنین کے گھروں میں سادگی اور فقر بدستور رہا۔ رسول اللہ نے تو فقر اپنا لیا تھا۔ اور یہی حال خلفائے راشدین کا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سادگی تو زبان زد خاص و عام ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں عید کے دن روکھی سوکھی روٹی کھا رہے تھے۔ دریافت کرنے پر فرمایا۔ کہ شاید میری خلافت میں سب کو اچھی روٹی نہ ملتی ہو۔ اس لئے میں روکھی سوکھی روٹی کھا رہا ہوں

شکر گزاری یہ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ نے دیا ہے تو اسے گردو پیش۔ غرباء بیکس۔ یتیم مسکین اور بیوگان کے مراکز میں ان کی فلاح و بہبود کے لئے خرچ کریں ورنہ یاد رکھیئے۔ دولت آنی جانی چیز ہے اگر آج آپ کے پاس ہے۔ تو کل کسی اور کے پاس جا سکتی ہے۔ اسلام اعتدال کو پسند کرتا ہے۔ کھانے۔ پینے اور پہننے سے نہیں روکتا۔ لیکن اسراف سے ضرور روکتا ہے اور یہ فیشن پرستی اسراف میں ہے۔ اور سادگی! بزرگوں کا شعار۔ خداوند کریم ہم سب کو نیکی کی توفیق بخشے

ارشاد ربانی ہے۔

لئن شکرتم لازیدنکم ولئن کفرتم ان عذابی لشدید (پ ۱۳)

ترجمہ۔ اگر تم میری نعمتوں کا شکر ادا کروگے تو میں۔ یہ نعمتیں زیادہ کر دونگا۔ لیکن اگر تم کفران نعمت کروگے تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے

اللہ ہمیں عمل کی دولت نصیب فرمائے

بقیہ مسائل قربانی ص۱۱ سے آگے

پہلے تین تکبیریں عید کی نماز کی اور چوتھی تکبیر رکوع کی اس طرح کریں۔

پہلی تکبیر میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر ↓↓ نیچے چھوڑ دیں۔

دوسری تکبیر پر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر ↓↓ نیچے چھوڑ دیں۔

تیسری تکبیر پر اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ ↑↑ کانوں تک اٹھا کر ↓↓ نیچے چھوڑ دیں۔

چوتھی تکبیر میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اوپر نہ اٹھائیں بلکہ رکوع کے لئے جھک کر گھٹنوں کو پکڑ لیں۔ اس دوسری رکعت میں ہاتھوں کی نقل و حرکت ان اوپر والے تیروں کے مطابق کریں۔

باقی حصہ نماز کا عام نمازوں کی طرح ادا ہوگا۔ نماز ختم ہونے کے بعد جس وقت امام کھڑا ہو کر خطبہ پڑھے اس وقت تمام لوگ خاموش بیٹھ کر سنیں۔ عید پڑھنے کے لئے جس راستے سے جائیں اس کے سوائے دوسرے راستے سے واپس آنا بہتر ہے۔

بچوں کا صفحہ

ایثار

محمد اکرام الحق، گجرات

عزیز بچو! ایثار کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کی ضروریات کو اپنی ضرورت پر ترجیح دی جائے۔ اور ان کی آسائش و راحت کو اپنی ذاتی آسائش و راحت پر مقدم رکھا جائے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایثار کا پیکر تھے۔ ایک دفعہ ایک مسلمان خاتون نے اپنے ہاتھ سے ایک چادر تیار کرکے آپ کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ آپ نے یہ تحفہ قبول فرما لیا۔ اتنے میں ایک غریب مسلمان حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) چادر مجھے عنایت ہو۔ آپ نے اسی وقت چادر اس کے حوالے کر دی۔ حالانکہ آپ کے پاس کوئی چادر نہ تھی۔ اور آپ کو خود اس کی ضرورت تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں انصارِ مدینہ ایثار میں پیش پیش تھے۔ جب مکے کے مسلمان ہجرت کرکے مدینے پہنچے تو انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے ہر طرح کا ایثار کیا اور ان کے ساتھ ایسی دوستی اور ہمدردی کا ثبوت دیا کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ ہر ایک انصاری نے اپنے مہاجر بھائی کو اپنے گھر میں جگہ دی۔ ان کو اپنی تجارت اور کاروبار میں برابر کا شریک بنایا — یہاں تک کہ اگر کسی کے پاس دو بیویاں تھیں تو اس نے ایک کو طلاق دے کر اس کا نکاح مہاجر بھائی سے کر دیا۔ مہاجرین اور انصار کا یہ بھائی چارہ اتنا مضبوط ہو گیا۔ کہ خون کے رشتے پر مقدم سمجھا جانے لگا۔ انصار کے اسی ایثار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے قرآن کریم میں حق تعالےٰ شانہٗ نے فرمایا:۔

وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ

ترجمہ:۔ اور وہ (انصار) ان مہاجرین کو اپنے سے مقدم سمجھتے تھے خواہ انصار کو اپنے اوپر تنگی کیوں نہ ہو۔

جب بنو نضیر کی زمین مسلمانوں کے ہاتھ آئی تو رسالت مآبؐ نے دو انصاریوں کے سوا باقی ساری زمین مہاجرین کو دے دی۔ اس موقعہ پر انصار نے بے مثال ایثار کا ثبوت دیتے ہوئے اس فیصلے کو ہنسی خوشی قبول کر لیا۔

اسی طرح بحرین کی فتح کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں چاہتا ہوں بحرین کو انصار میں تقسیم کر دوں"۔ لیکن ایثار کے پیکروں نے عرض کی کہ جب تک ہمارے مہاجر بھائیوں کو بھی اتنا ہی نہ ملے ہمیں یہ منظور نہیں۔

تاریخ اسلام میں ایثار کی مثالوں کی کچھ کمی نہیں۔ میدانِ جنگ میں زخمی پیاس سے بے چین ہیں۔ لیکن ہر مجاہد پانی کا پیالہ اپنے دوسرے بھائی کی طرف کر دیتا ہے کہ اس کی پیاس زیادہ ہے۔

عزیز بچو۔ اسی ایثار و قربانی کی برکت تھی کہ مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا پر چھا گئے۔ جس قوم اور معاشرے میں ایثار و قربانی کا جذبہ موجود ہو۔ اس کے محتاج اور ضرورت مند افراد کبھی ذلیل نہیں ہوتے قوموں کی عزت کا راز ایثار و قربانی میں مضمر ہے۔ ایثار پیشہ قومیں دنیا میں ہمیشہ سربلند و کامران رہتی ہیں اور جس قوم میں ایثار کا جذبہ مفقود ہو۔ وہ آج نہیں تو کل ضرور مٹ جائے گی۔

نورِ حقیقت

رونق فروزِ عالمِ امکاں بنا دیا
انسان کو حضور نے انساں بنا دیا

ہر سو ضیائے نورِ حقیقت بکھیر دی
شامِ الم کو صبحِ درخشاں بنا دیا

اپنے جلو میں لے کے بہاروں کے قافلے
دشتِ عرب کو رشکِ گلستاں بنا دیا

پہنچی جہاں بھی مہرِ رسالت کی روشنی
اس سرزمیں کو مرکزِ ایماں بنا دیا

اللہ رے مذاقِ ثنائے رسولِ حق
مجھ کو جہانِ فکر کا سلطاں بنا دیا

کرکے جمالِ خواجۂ گیتی کو جلوہ گر
دل کو امینِ دولتِ عرفاں بنا دیا

کوثرؔ خدا کا شکر ہے مجھ خاکسار کو
نغمہ نگارِ فخرِ رسولاں بنا دیا

— کوثر حجازی بھکر

۱۸ رمئی سنہ ۱۹۶۲ء

خدام الدین - لاہور

ایڈیٹر
عبید اللہ انور

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ رمئی سنہ ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ر ستمبر ۱۹۵۶ء

ایجنٹ حضرات کی فوری توجہ کے لئے

ایجنٹ حضرات پر بخوبی واضح ہے کہ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے ہفتہ وار خدام الدین محض قال اللہ وقال الرسول کی آواز عام کرنے کی غرض سے شائع کرنا شروع کیا تھا۔ کوئی تجارتی غرض یا دنیوی طمع اس سے مقصود نہ تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ نے اس امر کی پوری رعایت رکھی تھی کہ خواص و عوام یکساں طور پر اس سے استفادہ کر سکیں۔ چنانچہ اس کی قیمت چار آنے تجویز فرمائی تھی۔ بحمد اللہ حضرت اقدس کے خلوص نیت اور جذبہ للہیت کے باعث اس وقت پرچہ کی اشاعت پندرہ ہزار سے زائد ہے جو دونوں ملکوں پاکستان اور بھارت میں کسی بھی ہفت روزہ سے کہیں زیادہ ہے لیکن چونکہ کتاب و سنت کے خلاف اشتہار شائع کرنا ہماری پالیسی کے خلاف ہے، صرف پرچہ کی فروخت سے کتابت، طباعت، سٹاف کی تنخواہ وغیرہ کا انتظام بمشکل ہوتا ہے۔ اسی حقیقت کے پیش نظر حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ عمل سب کے لئے سامان عبرت ہونا چاہئے۔ کہ آپ آخری دم تک اپنے پرچہ کی رقم چار آنے بھی اپنی گرہ سے ادا کرتے رہے۔

چنانچہ تمام ایجنٹ حضرات سے درخواست ہے کہ اپنے بقایاجات زیادہ سے زیادہ ۳۱ رمئی سنہ ۱۹۶۲ء تک ادا کر دیں۔ ورنہ یکم جون سنہ ۱۹۶۲ء کے بعد پرچہ کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔ اور بقایاجات کی وصولی کے لئے چاروناچار ہمیں تادیبی کاروائی کرنا پڑے گی۔ (مینجر)